ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

38

www.tanzeem.org

28 ذوالحجۃ تا 5 محرم الحرام 37-1436ھ/13 تا 19 اکتوبر 2015ء

داعی کے اوصاف

’’خدا کی راہ میں کام کرنے والے لوگوں کو عالی ظرف وفراخ حوصلہ ہونا چاہیے۔ ہمدردِ خلائق اور خیر خواہِ انسانیت ہونا چاہیے۔ کریم النفس اور شریف الطبع ہونا چاہیے۔ خود دار اور خوگر قناعت ہونا چاہیے۔ متواضع اور منکسر المزاج ہونا چاہیے۔ شیریں کلام اور نرم خو ہونا چاہیے۔ وہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں جن سے کسی کو شر کا اندیشہ نہ ہو اور ہر ایک ان سے خیر خواہی کا متوقع ہو۔ جو اپنے حق سے کم پر راضی ہوں اور دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دینے پر تیار ہوں۔ جو برائی کا جواب بھلائی سے دیں یا کم سے کم برائی سے نہ دیں۔ جو اپنے عیوب کے معترف اور دوسروں کی بھلائیوں کے قدرداں ہوں۔ جو اتنا بڑا دل رکھتے ہوں کہ لوگوں کی کمزوریوں سے چشم پوشی کر سکیں اور اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لیں، جو خدمت لے کر نہیں خدمت کر کے خوش ہوتے ہوں۔ اپنی غرض کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کی بھلائی کے لیے کام کریں ہر تعریف سے بے نیاز اور ہر مذمت سے بے پرواہ ہو کر اپنا فرض انجام دیں اور خدا کے سوا کسی کے اجر پر نگاہ نہ رکھیں، جو طاقت سے دبائے نہ جا سکیں، دولت سے خریدے نہ جا سکیں مگر حق اور راستی کے آگے بے تامل سر جھکا دیں۔ جن کے دشمن بھی ان پر بھروسہ رکھتے ہوں کہ کسی حال میں ان سے شرافت و دیانت وانصاف کے خلاف کوئی حرکت سرزد نہیں ہو سکتی۔ یہ دلوں کو موہ لینے والے اخلاق ہیں۔ ان کی کاٹ تلوار کی کاٹ سے بڑھ کر اور ان کا سرمایہ سیم وزر کی دولت سے گراں ہے۔ کسی فرد کو یہ اخلاق میسر ہوں تو وہ اپنے گرد و پیش کی آبادی کو مسخر کر لیتا ہے لیکن اگر کوئی جماعت ان اوصاف سے متصف ہو اور پھر وہ کسی مقصد عظیم کے لیے منظّم سعی بھی کر رہی ہو تو ملک اس کے آگے مسخر ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو شکست دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔‘‘

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے میں

افغانستان امن اور خطے کی بدلتی ہوئی صورتحال

تذکّرِ قرآن اور تدبّرِ قرآن

آگ کے شعلے نگہباں

رشتوں کا انتخاب

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا 70 واں اجلاس

شہادت کی فضیلت واقسام

غیبت کی آفات

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (675)

ڈاکٹر اسرار احمد

مرنے کے بعد دوبارہ تخلیق

سورۃ بنی اسرائیل — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 49 تا 52

وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ کُوۡنُوۡا حِجَارَۃً اَوۡ
حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ۚ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُّعِیۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیۡ
فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ اِلَیۡکَ رُءُوۡسَہُمۡ وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ
یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴿۵۱﴾ یَوۡمَ یَدۡعُوۡکُمۡ فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ بِحَمۡدِہٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۵۲﴾

آیت ۴۹ ﴿وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾﴾ ’’اور وہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور چورا چورا‘ تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے ایک نئی تخلیق میں؟‘‘

یہ لوگ آپؐ سے بڑی حیرت سے سوال کرتے ہیں کہ آپ (ﷺ) جو انسانوں کی دوبارہ زندگی کی بات کرتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے؟ جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور گوشت گل سڑ جائے گا‘ تو اس کے بعد ہمیں پھر سے نئی زندگی کیسے مل سکتی ہے؟ گویا ان کی سوچ کے مطابق ایسا ہونا بالکل محال اور ناممکن ہے۔

آیت ۵۰ ﴿قُلۡ کُوۡنُوۡا حِجَارَۃً اَوۡ حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾﴾ ’’(ان سے) کہیے کہ خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا۔‘‘

آیت ۵۱ ﴿اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ۚ﴾ ’’یا ایسی مخلوق (بن جاؤ) جو تمہارے دلوں میں ان سے بھی سخت ہو۔‘‘

اے نبی ﷺ! ان سے کہیے کہ آپ تو ہڈیوں کی بات کرتے ہو اور اپنے جسموں کے ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو جانے کا تصور لیے بیٹھے ہو۔ تم اگر پتھر اور لوہا بھی بن جاؤ یا اپنی سوچ کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر کسی عجیب مخلوق کا روپ دھار لو‘ تب بھی تمہیں از سر نو اٹھا لیا جائے گا۔

﴿فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُّعِیۡدُنَا ؕ﴾ ’’پھر کہیں گے کہ کون ہمیں دوبارہ لوٹائے گا؟‘‘

﴿قُلِ الَّذِیۡ فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ﴾ ’’آپؐ کہیے کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا تھا۔‘‘

﴿فَسَیُنۡغِضُوۡنَ اِلَیۡکَ رُءُوۡسَہُمۡ وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہُوَ ؕ﴾ ’’پھر وہ آپؐ کے سامنے اپنے سروں کو مٹکائیں گے اور کہیں گے کہ یہ کب ہوگا؟‘‘

لاجواب ہو کر اپنے سروں کو مٹکاتے ہوئے بولیں گے کہ چلو مان لیا کہ یہ سب کچھ ممکن ہے‘ مگر یہ تو بتایئے کہ ایسا ہوگا کب؟

﴿قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴿۵۱﴾﴾ ’’آپؐ کہیے کہ ہو سکتا ہے (اس کا وقت) قریب ہی ہو۔‘‘

عجب نہیں کہ تمہاری شامت کی وہ گھڑی آیا ہی چاہتی ہو‘ زیادہ دور نہ ہو۔

آیت ۵۲ ﴿یَوۡمَ یَدۡعُوۡکُمۡ فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ بِحَمۡدِہٖ﴾ ’’جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم (اُس کی پکار پر) لبیک کہو گے اُس کی حمد کرتے ہوئے‘‘

جب وہ گھڑی آئے گی اور تمہارا خالق تمہیں قبروں سے باہر آنے کے لیے بلائے گا تو تمہاری ہڈیاں اور تمہارے جسموں کے بکھرے ذرات سب سمٹ کر پھر سے زندہ انسانوں کا روپ دھار لیں گے اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کی تعمیل میں بھاگے چلے جا رہے ہو گے۔

﴿وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۵۲﴾﴾ ’’اور تم گمان کرو گے کہ تم نہیں رہے مگر بہت تھوڑا (عرصہ)۔‘‘

اس وقت تمہیں دُنیا اور عالم برزخ (قبر) میں اپنا بیتا ہوا زمانہ ایسے لگے گا جیسے کہ چند گھڑیاں ہی تم وہاں گزار کر آئے ہو۔

فرمان نبویؐ

میدان حشر کی کیفیت

عَنۡ سَہۡلِ بۡنِ سَعۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ ((یُحۡشَرُ النَّاسُ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ عَلٰی اَرۡضٍ بَیۡضَاءَ عَفۡرَاءَ کَقُرۡصَۃِ النَّقِیِّ لَیۡسَ فِیۡہَا مَعۡلَمٌ لِاَحَدٍ))

(متفق علیہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ’’قیامت کے دن لوگوں کو ایک ایسی خاکستری رنگ کی سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جو میدے کی روٹی کی طرح ہوگی اس میں کسی کے لیے نشان راہ نہ ہوگا۔‘‘

تشریح: تخلیق آدم سے قیامت برپا ہونے تک جو نسل انسانی مختلف براعظموں اور ملکوں میں پیدا ہوئی ہے وہ سب کی سب حشر کے میدان میں جمع کر دی جائے گی۔ قیامت کا یہ حادثہ زمین پر ہوگا لیکن زمین کی موجودہ شکل وصورت کو بدل کر ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا جائے گا جس میں کسی پہاڑ، ٹیلے، عمارت، شہر اور سڑک کا نام ونشان نہ ہوگا، نشیب وفراز سے ماوراء بالکل صاف اور چٹیل میدان ہوگا۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

28 ذوالحجہ تا 5 محرم الحرام 37-1436ھ جلد 24
13 تا 19 اکتوبر 2015ء شمارہ 38

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رفیق چودھری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افغانستان امن اور خطے کی بدلتی ہوئی صورتحال

افغانستان کے بیشتر علاقوں پر طالبان کے کنٹرول کی تصدیق عالمی ذرائع ابلاغ پہلے سے ہی کر رہے تھے لیکن صوبہ قندوز اور صوبہ تخار کے ضلع ینگی قلعہ پر طالبان کے قبضہ سے عملی طور پر یہ ثابت ہوگیا ہے کہ افغان کٹھ پتلی حکومت اور اتحادیوں کی تمام تر ''پھرتیاں'' اور دعوے صرف دارالحکومت کابل تک محدود ہیں، باقی علاقے ان کی دسترس سے نکل چکے ہیں اور شمالی علاقوں سمیت افغانستان کے بڑے حصہ پر اس وقت طالبان کا قبضہ اور کنٹرول ہے۔ اگرچہ افغان حکومت کی جانب سے جلد ہی یہ دعویٰ سامنے آیا تھا کہ قندوز شہر کو طالبان کے قبضے سے چھڑا لیا گیا ہے لیکن اس دعوے کا بھانڈا بیچ چوراہے میں اس وقت پھوٹ گیا جب امریکی فضائیہ کی بمباری سے قندوز شہر میں بین الاقوامی طبی امدادی تنظیم میڈیسنز سانز فرنٹیئر (MSF) کے ہسپتال میں طبی عملے، بچوں اور مریضوں سمیت 22 افراد ہلاک ہوگئے جس پر دنیا بھر سے شدید ردعمل سامنے آیا۔ امدادی تنظیم نے اس وحشیانہ حملے کا الزام براہ راست امریکہ پر عائد کرتے ہوئے اقوام متحدہ سے آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کر دیا۔ امدادی تنظیم کا کہنا ہے کہ ''درحقیقت ہسپتال پر بم امریکہ نے گرائے اور امریکی فوج ہی اہداف کا تعین کرتی ہے جنہیں وہ نشانہ بناتی ہے''۔ اقوام متحدہ کی جانب سے اسے ''ناقابل معافی جرم'' قرار دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ امدادی تنظیم کے مطالبے پر عالمی ادارہ ایک فلاحی ہسپتال پر حملے کی وجوہات جاننے کے لیے اپنی طرف سے بھی تحقیقات کر سکتا ہے تاہم پہلے فوجی چھان بین کے نتائج کا انتظار کیا جائے گا۔ امریکی فوج کے قدم جہاں صورتحال کی سنگینی کی وجہ سے پہلے ہی لڑکھڑا رہے تھے وہاں اس واقعہ نے اُسے مزید حواس باختہ کر دیا ہے۔ اس کا اندازہ افغانستان میں اعلیٰ ترین امریکی کمانڈر جنرل جان کیمبل کے اس مضحکہ خیز بیان سے لگایا جا سکتا ہے جس میں اس نے کہا کہ اس فضائی کارروائی کے لیے افغان فورسز نے درخواست کی تھی کیونکہ وہ براہ راست طالبان کے نشانے پر تھیں۔ پھر ساتھ ہی اس نے اس بیان کی تردید کی اور کہا کہ یہ غلطی سے ہوا ہے۔

ان متضاد بیانات اور متزلزل صورتحال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ''گیم'' امریکہ اور اتحادیوں کے ہاتھ سے نکل چکی ہے اور ان کے تمام تر دعوؤں کے برعکس زمینی حقائق کچھ اور ہی تصویر پیش کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ان علاقوں سے نیٹو فورسز اور ان کی کٹھ پتلی افغان فورسز کی لاعلمی، بے خبری اور لاتعلقی کا منہ بولتا ثبوت ہے جو اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ کابل سے باہر حکومتی رٹ تقریباً ختم ہو چکی ہے یا کم از کم زمینی کارروائی کے لیے ''حالات سازگار'' نہیں رہے ہیں لہٰذا شہری علاقہ پر مجبوراً فضائیہ کا سہارا لینا پڑا جس کے نتیجے میں یہ حادثہ رونما ہوا۔ اول تو صوبہ قندوز پر طالبان کے راتوں رات قبضہ سے ہی افغان حکومت اور افغان سکیورٹی فورسز کا بھرم جاتا رہا۔ ظاہر ہے یہ قبضہ اچانک نہیں ہوگیا۔ پورے صوبے پر قبضہ کرنے میں کچھ وقت لگا ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ افغان سکیورٹی فورسز کہاں تھیں، پولیس کہاں تھی اور کچھ نہیں تو عوام کے ذریعے ہی خبر پہنچ جاتی ہے۔ لیکن کچھ نہیں ہوا۔ عوام نے طالبان کے ساتھ سلفیاں بنائیں اور فضا کو خوشگوار دیکھا گیا، جو اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ طالبان کو عوام کی حمایت بھی حاصل ہے۔ عوام نے طالبان کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ ان کے ساتھ تعاون بھی کیا ہے۔ شمالی اتحاد کے زیر اثر ان علاقوں میں طالبان کا اثر نفوذ ماضی میں کم تھا لیکن موجودہ صورتحال سے ثابت ہوتا

ہے کہ طالبان نے شمالی علاقوں میں بھی اپنا اثر نفوذ پیدا کر لیا ہے اور ان علاقوں کے عوام بھی طالبان ہی کو نجات دہندہ تصور کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا یہ ساری صورتحال واضح کرتی ہے کہ طالبان افغانستان کی سب سے بڑی سیاسی قوت اور عوام کی نمائندہ طاقت بن کر اُبھرے ہیں۔ اس کے مقابلے میں نام نہاد افغان حکومت عوام میں اپنا اعتماد کھو چکی ہے، جو جارح و قابض افواج اور ان کی کٹھ پتلی حکومت سے نجات چاہتے ہیں۔

اب جبکہ دنیا کو بھی نظر آ رہا ہے کہ طالبان افغانستان کی مسلمہ سیاسی قوت ہیں، مخالفین نے بھی ان کی سیاسی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ ان سے مذاکرات کے کئی دور ہوئے ہیں۔ پاکستان نے بھی مفاہمت میں اپنا کردار ادا کیا ہے، مری مذاکرات اسی سلسلے کی کڑی تھے۔ جنرل راحیل شریف نے حالیہ بیان میں بھی مفاہمت پر زور دیا ہے۔ جنرل جان کیمبل کا تازہ ترین بیان ہے کہ افغان حکومت کو طالبان سے مفاہمت کے لیے پاکستان سے تعلقات بہتر بنانے ہوں گے۔ یعنی دنیا طالبان کی سیاسی حیثیت اور نمائندگی کے حق کو تسلیم بھی کرتی ہے اور یہ حق دینے کے لیے تیار بھی نہیں۔ اصل وجہ کیا ہے؟

اہل عقل وخرد کے لیے تو یہ معمہ اس وقت ہی کھل کر سامنے آ گیا تھا جب نائن الیون کے خود ساختہ ڈرامے کو بنیاد بنا کر دنیا میں واحد اسلامی حکومت کا تختہ اُلٹنے کے لیے نصف صد کے قریب ممالک چڑھ دوڑے تھے لیکن اب تو معمولی شعور رکھنے والا فرد بھی موجودہ حالات میں سمجھ سکتا ہے کہ ان جارح طاغوتی قوتوں کو اصل دشمنی طالبان سے نہیں بلکہ اسلام سے ہے۔ طالبان نفاذ اسلام چاہتے ہیں جو ان قوتوں کو منظور نہیں۔ ہاں اگر وہ موجودہ حکومتی سیٹ اپ کا حصہ بن جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں، ان سے ہر طرح کی مفاہمت کے لیے تیار ہیں۔ طالبان کا اُصولی موقف یہ ہے کہ ان کی ساری جدوجہد اسلامی نظام کے لیے ہے، جس کے لیے انہوں نے اتنی طویل جنگ لڑی ہے۔ اس قدر قربانیاں دینے کے بعد وہ اپنے اصل مقصد کو چھوڑ کر ایک ایسے نظام کا حصہ کیوں بنیں جو جارح اور قابض قوتوں کا مسلط کردہ ہے اور اسلام سے متصادم ہے۔ چنانچہ مری مذاکرات کی ناکامی اور ملا اختر منصور سے اختلافات کی بنیادی وجہ بھی یہی تھی کہ طالبان کی اکثریت اغیار کے مسلط شدہ نظام کے متعلق مذاکرات یا مفاہمت کی بجائے ملا عمر کے نقشِ قدم پر نفاذ اسلام کی جدوجہد کی حامی تھی۔ ملا اختر منصور نے اس اُصولی موقف کی اہمیت کے پیش نظر مذاکرات اور مفاہمت کا راستہ ترک کر کے دوبارہ جہاد کا رُخ کیا۔ اس پر ملا عمر کے خاندان اور ان کے حمایتی طالبان نے بھی ملا اختر منصور پر اعتماد کا اظہار کر دیا اور اب طالبان نئے امیر کی قیادت میں پہلے سے زیادہ مضبوط اور منظم قوت کے طور پر اُبھرے ہیں۔ نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اپنی کھوئی ہوئی منزل کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ انہیں اپنے مقصد کے حصول سے روکنے کے لیے اتحادی افواج بے گناہ اور معصوم شہریوں کا خون بہا رہی ہے۔ تازہ خون ریزی اسی ناکام کوشش کا شاخسانہ ہے۔ دجل، فریب و مکاری کی یہ انتہا ہے کہ اس قتل و غارت گری اور خون ریزی کو ''قیامِ امن'' کی کوشش کا نام دیا جا رہا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ستم ظریفی یہ ہے کہ افغانستان میں مثالی اور حقیقی امن قائم کرنے والوں کو محض اس لیے امن دشمن قرار دے دیا گیا کہ وہ اپنے وطن اور معاشرے میں نفاذِ اسلام چاہتے ہیں جبکہ بیالیس ممالک کی افواج اور تمام تر سامانِ حرب وضرب کے ساتھ خون کی ندیاں بہانے والے ''عالمی امن'' کے ٹھیکیدار ٹھہرے۔ حیرت ہے کہ بین الاقوامی تنظیم کے ہسپتال پر امریکی بمباری سے چند گورے غیر ملکیوں کی ہلاکت پر عالمی برادری کا ضمیر جاگ اُٹھا لیکن چودہ سال افغانستان اور پاکستان میں عالمی امن کے ان ٹھیکیداروں کے ہاتھوں لاکھوں بے گناہ شہریوں، عورتوں اور بچوں کی ہلاکت پر انہیں احساس تک نہ ہوا۔ آج اقوام متحدہ کے نزدیک قندوز میں ہسپتال پر بمباری ناقابل معافی جرم قرار پایا، جبکہ یہ وہی اقوام متحدہ ہے جس نے چودہ سال پہلے امریکہ کو اس قتل و بربریت اور سفاکی کی بلا تحقیق اجازت دی۔ اس کے نتیجہ میں پورے خطے کا امن داؤ پر لگ گیا۔ افغانستان اور پاکستان میں لاکھوں بے گناہ شہریوں کا خون بہا گیا۔ لاکھوں افغان بے گھر ہوئے۔ سکول، مدرسے، ہسپتال تباہ ہو گئے۔ مساجد کو شہید کیا گیا۔ ہماری رائے میں تو اقوام متحدہ کی یہ لفاظی محض اپنی ساکھ بچانے کی ناکام کوشش ہے۔ غرض ''قیام امن'' کے نام پر افغان قوم کو جس قدر تباہ حال کیا گیا، تاریخ میں شاید اس کی مثال نہ ملے۔ اتنے طویل عرصہ میں بے پناہ وسائل صرف کرنے کے باوجود بھی امریکہ اور اُس کے اتحادی اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل میں ناکام ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ ان کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ کل تک جو تحکمانہ لہجے میں بات کرتے تھے آج ملتجیانہ انداز میں پاکستان سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں۔ جنرل جان کیمبل کا تازہ ترین بیان اس کی واضح مثال ہے۔

افغان طالبان اپنی کامیابیوں کے باوجود حقیقت پسندی اور امن پسندی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اسی لیے طالبان لیڈر ملا اختر منصور نے بھی اپنے اُصولی موقف کا اعادہ کیا ہے کہ کابل حکومت امن چاہتی ہے تو امریکہ کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ ختم کرے۔ علاوہ ازیں غیر ملکی افواج کو افغانستان سے نکلنا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک افغانستان سے غیر ملکی افواج کا اخراج نہیں ہوتا، افغانستان ''را'' اور موساد سمیت دنیا بھر کے اسلام اور پاکستان دشمن عناصر کا گڑھ بنا رہے گا۔ دہشت گردی، قتل و غارت گری کے واقعات اور انسانیت کا قتل عام ہوتا رہے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ امریکہ و اتحادی اب افغانستان کو افغان قوم کے سپرد کرتے ہوئے اپنے ''امن مشن'' سمیت واپسی کا راستہ اختیار کریں۔ دنیا کو اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اس خطہ میں اب اسلام کے نفاذ کا راستہ روکنا کسی کے بس میں نہیں کیونکہ نیو ورلڈ آرڈر کا زمانہ لد گیا۔ مستقبل اسلام سے وابستہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق قیامت سے پہلے اسلام کو عالمی سطح پر غلبہ حاصل ہوگا۔ ان شاءاللہ۔ یہ وقت اب زیادہ دور نہیں!

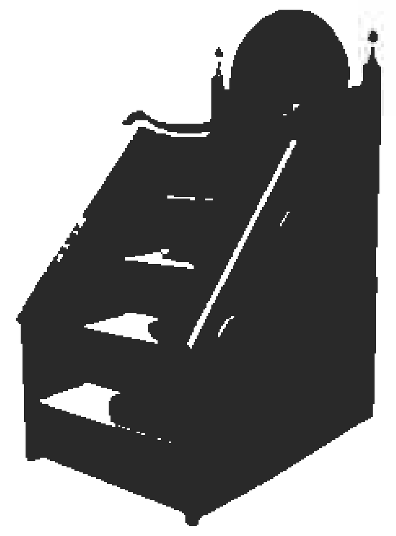

تفہیمِ قرآن کے دو زاویے:

تذکّرِ قرآن اور تدبّرِ قرآن

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 2 اکتوبر 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قرآن مجید کی آخری منزل کا سلسلہ وار مطالعہ جاری ہے اور یہ مطالعہ تذکیری اعتبار سے ہے' نہ کہ تفسیری اعتبار سے۔ قرآن مجید میں یہ دونوں پہلو موجود ہیں۔ قرآن مجید سے استفادے کا ایک لیول قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرنا اور اخلاقی رہنمائی لینا ہے' جبکہ دوسری طرف یہی کتاب علم و حکمت کا ایک بہت بڑا خزانہ بھی ہے۔ ایک تو وہ ہدایت ہے جو ہم سب کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہماری سوچ کیا ہو' ہمارا عمل کیسا ہو' دنیا کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر کیا ہو؟ پھر یہ جاننا کہ ہمارا خالق کون ہے' اس کی صفات کیا ہیں اور اس کی قدرت کے مظاہر کیا ہیں؟ مزید یہ واقفیت حاصل کرنا کہ ہماری منزل اور ہمارا مقصدِ حیات کیا ہے۔ پھر جب یہ پتا لگ جائے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے تو اس آزمائش اور امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کا راستہ کیا ہے اور اللہ کی نگاہ میں کامیاب ہونے کے تقاضے کیا ہیں؟ یہ وہ بنیادی ہدایت ہے جس کی انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے' جبکہ آج کے انسان کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ اسی ہدایت سے محروم ہے' بشمول مسلمانوں کے' الا ماشاء اللہ۔

دوسری طرف قرآن مجید کے اندر حکمت اور دانائی بھی عروج پر ہے۔ بڑے سے بڑے فلسفی کو بھی ساری راہنمائی قرآن سے ملے گی اور اس کی علمی پیاس کو تسکین بھی اسی سے حاصل ہوگی اگر وہ اس میں غوطہ خوری کرے گا۔ چنانچہ یہ دو الگ الگ سطحیں ہیں۔ قرآن سے بنیادی ہدایت اور نصیحت حاصل کرنا ''تذکیر'' ہے اور اس کے بارے میں سورۃ القمر میں یہ آیت چار مرتبہ آئی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾

''اور ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن سمجھنے کو' تو ہے کوئی سوچنے سمجھنے والا؟'' جبکہ دوسری سطح تدبر اور غور و فکر کی ہے جس کو ہم تفسیر بھی کہتے ہیں کہ لفظ کی تہہ میں اترنا' اس کے اندر معانی کے امکانات تلاش کرنا اور پھر اس کی گہرائیوں میں جا کر حکمت کے موتی برآمد کرنا۔ تدبر کے حوالے سے سورۂ صٓ میں فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝٢٩﴾ ''(اے نبی ﷺ!) یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بہت بابرکت ہے تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبر کریں اور ہوش مند لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔''

تدبر کے حوالے سے قرآن مجید بہت مشکل کتاب

مرتب: حافظ محمد زاہد

ہے اور اس مقصد کے لیے عربی زبان کا گہرا فہم ہونا اور نزولِ قرآن کے دور کے ادب اور محاوروں کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔ پھر حدیث کے ذخیرے اور اس وقت کے حالات پر بھی گہری نظر ہونی چاہیے۔ مزید یہ کہ فقہ اور اس کے اصول و ضوابط کا علم بھی لازم ہے۔ یہ ساری چیزیں انسان کے پاس ہوں گی تب وہ قرآن میں تدبر کر سکے گا۔

اس حوالے سے میں ایک بات یہ کہوں گا کہ ہم اگر دس مرتبہ پیدا ہوں اور اپنی زندگیاں عربی سیکھنے پر لگا دیں تب بھی اتنی عربی ہمیں نہیں آئے گی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آتی تھی' لیکن اس کے باوجود سارے صحابہ مفسر کے درجے کے نہیں تھے' بلکہ ان میں سے صرف چند ایک مفسرِ قرآن تھے جن کے اندر ایک خاص صلاحیت' علمی ذوق اور قرآن کے فہم کے بارے میں ایک خاص رجحان موجود تھا اور پھر وہ محنت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ ایسے ہی صحابہ کرامؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے سورۃ البقرۃ میں تدبر کرنے میں آٹھ سال لگائے' جبکہ تذکیر کے اعتبار سے وہ ہر رات قرآن مجید کا کثیر حصہ تلاوت کیا کرتے تھے اور اس کی تاثیر انہیں حاصل ہو رہی تھی۔

مسجد ہٰذا میں گزشتہ ایک سال سے ہم خطاباتِ جمعہ میں قرآن مجید کی آخری منزل کا سلسلہ وار مطالعہ کر رہے ہیں' اس میں ہم کوئی تفسیری حق ادا نہیں کر رہے اور نہ میں نے کبھی مفسرِ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا ہے' بلکہ ہمارا اصل مقصد تذکیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کلام کے ذریعے ہمیں جو ہدایت پہنچانا چاہ رہا ہے' اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہی ہمارا مقصود ہے۔ ہر شخص اگر قرآن کو سوچ سمجھ کر اور صحیح نیت کے ساتھ پڑھے گا تو وہ ہدایت اس کو ان شاء اللہ ضرور حاصل ہو گی اس لیے کہ تذکیر بالقرآن بہت آسان ہے' لیکن تفسیری اعتبار سے اس کے تقاضے بڑے مختلف ہیں۔

اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ ہیرے جواہرات نکالنے کے لیے سمندر کی گہرائی میں غوطہ خوری کرنے والے کو مکمل طور سے مسلح ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی گہرائی سے حکمت کے موتی اور فلسفے کے حوالے سے راہنمائی حاصل کرنے کے لیے بھی ہمیں مکمل طور پر مسلح ہونا پڑے گا۔ اس مقصد کے لیے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا کتابچہ ''قرآن مجید کے حقوق'' بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں انہوں نے قرآن مجید کی تفہیم کے دونوں لیول بھی بیان کیے ہیں اور پھر یہ بھی واضح کیا ہے کہ تدبر کے لیول پر قرآن کا مطالعہ کرنے کے لیے بہت محنت کرنا ہو گی اور بہت زیادہ مسلح ہونا پڑے گا۔ عربی گرامر، عربی زبان و ادب کے ساتھ ساتھ اس دور کے حالات کو بھی جاننا پڑے گا۔ پھر قرآن

مجید آپ کو جس طرف لے جانا چاہ رہا ہے‘ اس کی مجسم تصویر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے وہ ساتھی ہیں جن کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ رشد و ہدایت پر ہیں‘ چنانچہ حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ اور احادیث مبارکہ کا کامل علم بھی ضروری ہے۔ یہ ساری چیزیں معلوم ہوں تو ہی انسان قرآن میں تدبر کرسکتا ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب ہم سورۃ المعارج کا مطالعہ کرتے ہیں جس کی ابتدائی آیات میں فرمایا:

﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الۡمَعَارِجِ ۝۳﴾

”مانگا ایک مانگنے والے نے ایک ایسا عذاب جو واقع ہونے والا ہو‘ کافروں کے لیے‘ جس کو کوئی ٹال نہ سکے گا۔ (وہ عذاب اپنے وقت پر آئے گا) اُس اللہ کی طرف سے جو بہت بلند درجات والا ہے۔“

اس حوالے سے دو آراء ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ کفار کے اس سوال کی طرف اشارہ ہے جو وہ عموماً کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ قیامت آئے گی‘ عذاب آئے گا تو وہ قیامت اور عذاب کب آئے گا۔ تو ان آیات میں انہیں بتا دیا گیا کہ وہ عذاب ہر صورت آئے گا‘ لہٰذا تم لوگ اپنی روش سے باز آجاؤ۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے اور آپؐ فرما رہے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میں تمہیں سنا رہا ہوں۔ اس پر ایمان لاؤ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم پر بھی وہی عذاب آئے گا جو دوسری قوموں پر آیا تھا جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی بات نہیں مانی تھی۔ وہ بھی اپنے رسولوں سے اکثر پوچھتے تھے کہ قیامت کب آئے گی‘ جب ان پر عذاب پر آگیا تو ان کو کوئی بچانے والا نہیں تھا۔ پھر مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی یہ بات آسکتی تھی کہ یہ کافر حضور ﷺ کی تکذیب کررہے ہیں اور مسلمانوں پر ظلم و تشدد کررہے ہیں تو ان پر وہ عذاب آ کیوں نہیں جاتا۔ زیر مطالعہ آیات میں فرمادیا گیا کہ وہ عذاب ضرور آئے گا اور جب وہ آئے گا تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

اگلی آیت میں قیامت کے دن کی سختی اور اس دن کے طویل ہونے کو بیان کیا جارہا ہے‘ فرمایا:

﴿تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ ۝۴﴾

”چڑھتے ہیں فرشتے اور روح اس کی جانب ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔“

اب یہاں پر تفسیری اعتبار سے بہت سی باتیں ہیں‘ لیکن میں ان کی طرف نہیں جا رہا‘ البتہ کچھ علمی معاملات ہیں۔ سورۃ السجدہ کی آیت 5 اور سورۃ الحج کی آیت 47 میں یہ بات آئی ہے کہ اللہ کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہے‘ جبکہ زیر مطالعہ آیت میں اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس بتائی گئی ہے۔ اس بارے میں جان لیں کہ اللہ کے دن کی مقدار کی تعیین تو ہم نہیں کرسکتے‘ البتہ اس میں اصل پیغام یہ ہے کہ وہ دن بہت بڑا اور بہت سخت ہوگا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس دن کی سختی صرف کافروں کے لیے ہوگی اور اہل ایمان کے لیے تو یہ دن بہت چھوٹا ہوگا۔ اس ضمن میں مسند احمد کی ایک روایت ملاحظہ ہو۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! یہ دن مؤمن کے لیے بہت مختصر کر دیا جائے گا‘ یہاں تک کہ جتنے وقت میں وہ دنیا میں ایک فرض نماز ادا کرتا ہے اس سے بھی اسے مختصر معلوم ہوگا۔“

ایک شخص شدید اذیت میں ہو تو اس کے لیے چند منٹ بھی صدیاں بن جاتے ہیں اور جو شخص عیش و آرام میں ہے تو اسے سالوں کا پتا بھی نہیں لگتا۔ دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب دانشور حضرات کہیں گے کہ ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک ہزار یا پچاس ہزار سال صرف چند منٹ معلوم ہوں۔ اس حوالے سے جان لینا چاہیے کہ اصل بات احساسات کی ہے۔ ایک شخص کو دس گھنٹے کی نیند کے بعد بھی ایسے لگتا ہے کہ ابھی چند منٹ پہلے سویا تھا‘ حالانکہ حقیقت میں دس گھنٹے گزر چکے ہوتے ہیں۔ اصحاب کہف

پریس ریلیز 9 اکتوبر 2015ء

سودی لین دین اللہ اور رسول سے جنگ کرنا ہے

آئین کی دفعہ 38 ایف کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان سے سود کا خاتمہ ریاست کی ذمہ داری ہے

قائداعظم نے کہا تھا کہ ہمیں مغربی طرز معیشت سے نجات حاصل کرکے اسلامی طرز معیشت کو اپنانا ہوگا

حافظ عاکف سعید

سودی لین دین اللہ اور رسول سے جنگ کرنا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کوئی انسانی فتویٰ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لیکن ہم سودی معیشت کو بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے خیر و برکت کی دعائیں بھی کرتے ہیں اس جنگ کو جاری رکھتے ہوئے ہماری دعائیں کیسے قبول ہوں گی۔ امیر تنظیم اسلامی نے سپریم کورٹ کے جج کے ان ریمارکس پر افسوس کا اظہار کیا کہ اللہ سود لینے والے سے خود پوچھ لے گا۔ اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر چور ہو یا قاتل یا آئین شکن جرنیل کسی کو سزا نہیں دی جانی چاہیے کہ اللہ اُن سے خود پوچھ لے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ آئین کی دفعہ 38 ایف کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان سے سود کا خاتمہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ریاست مسلسل آئین کی خلاف ورزی کی مرتکب ہورہی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ آئین کے محافظ خود آئین کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ قائداعظم محمد علی جناح نے جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کا پشاور میں افتتاح کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمیں مغربی طرز معیشت سے نجات حاصل کرکے اسلامی طرز معیشت کو اپنانا ہوگا اور میں خود اس کی نگرانی کروں گا لیکن زندگی نے اُنہیں مہلت نہ دی اور وہ جلد ہی وفات پاگئے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

تین سو سال اور حضرت عزیر علیہ السلام ایک سو سال سونے کے بعد اٹھے تو ان سے پوچھا گیا کہ کتنا عرصہ سوئے رہے تو انہوں نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ چنانچہ یہاں بھی احساسات کی بات ہے کہ اتنا لمبا دن بھی آرام' سکون اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی وجہ سے اہل ایمان کے لیے بہت مختصر محسوس ہوگا۔

زیر مطالعہ حدیث میں بندۂ مؤمن کا تذکرہ ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو حقیقی معنوں میں اللہ پر ایمان اور یقین رکھنے والا ہے۔ اللہ پر جب گہرا یقین ہوتا ہے تو انسان کی زندگی کے شب و روز اللہ کے احکامات کے مطابق بن جاتے ہیں۔ آج ہمارا یقین دنیا پر ہے اور ہم اپنے بچوں کی دنیا سنوارنے کے لیے ہی سب کچھ کرتے ہیں۔ آخرت پر ہمارا یقین ہے ہی نہیں' اس لیے آخرت کے بارے میں ہمیں کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ بس ہمیں یقین ہے کہ کوئی ہمیں ضرور بچا کر جنت میں لے جائے گا' اس لیے کہ ہمارا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ہم مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور ہمیں کلمہ خود بخود مل گیا ہے' چاہے پڑھنا نہ بھی آتا ہو۔ آج بھی آپ کو بہت سے مسلمان ایسے ملیں گے جن کو کلمہ تک صحیح نہیں آتا۔ تبلیغی جماعت والے اس حوالے سے بہت خیر کا کام کر رہے ہیں کہ لوگوں کو کلمہ سکھا رہے ہیں۔ لوگوں کو کلمہ کا مفہوم ہی نہیں معلوم' البتہ دل میں یہ ہے کہ جنت ہماری میراث ہے اس لیے کہ ہم مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں۔

لہٰذا مؤمن وہ ہے جو واقعی اللہ پر ایمان رکھنے والا اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے والا ہو۔ زیر مطالعہ حدیث میں تو مؤمن کا لفظ آیا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی جگہ متقین کے بارے میں فرمایا ہے کہ متقین کو اس دن کے شر سے بچالیا جائے گا۔ اس بارے میں جان لیں کہ جو واقعی مؤمن ہے تو وہ متقی بھی ہوگا اور وہ ہر اس کام سے بچے گا جو اس کے لیے آخرت میں نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

اگلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اور آپؐ کے ذریعے سے مسلمانوں کو کفار کی ایذا رسانیوں اور ظلم و ستم پر صبر کی تلقین کی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝٥﴾

''تو آپؐ بڑی خوبصورتی سے صبر کیجیے۔''

یہ ہے وہ اصل پیغام جو ان آیات کے ذریعے حضور ﷺ کو دینا مقصود تھا کہ ابھی تو سفر کا آغاز ہوا ہے اور آنے والا وقت اور بھی کٹھن ہوگا۔ لہٰذا آپؐ اپنے راستے میں آنے والی ہر مشکل کا صبر اور استقامت کے ساتھ سامنا کریں۔ آنحضور ﷺ کو تو خیال کم ہی آتا ہوگا' لیکن دوسرے مسلمان' جو بہت زیادہ تشدد کا نشانہ بن رہے تھے' ان کے دلوں میں یہ بات آتی ہوگی کہ کب تک ان کافروں کی رسی دراز ہوتی رہے گی اور کب تک مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں پستے رہیں گے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ابتدائی مکی دور میں مسلمانوں، بالخصوص غلام مسلمانوں پر بدترین تشدد کیا جارہا تھا تو ان کے دلوں میں یہ بات آتی ہوگی کہ ہم حق پر ہونے کے باوجود اتنی سخت آزمائش میں ہیں' جبکہ یہ کفار اور مشرکین دندناتے پھر رہے ہیں تو ان پر اللہ کا عذاب کیوں نہیں آجاتا۔ زیر مطالعہ آیت میں ان سے کہا جارہا ہے کہ ابھی برداشت کرو' صبر کرو' اس لیے کہ ابھی ان پر عذاب کا وقت نہیں آیا۔

اگلی دو آیات میں اسی عذاب کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝٦ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝٧﴾

''یہ لوگ تو اس (عذاب) کو دور سمجھ رہے ہیں' اور ہم اسے نہایت قریب دیکھ رہے ہیں۔''

اب یہ بات اسی طرح کی آگئی جیسے پچاس ہزار سال مؤمن کے لیے انتہائی مختصر ہوں گے۔ کفار اور مشرکین تو کہتے ہیں کہ قیامت ابھی بہت دور ہے' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسے بالکل قریب دیکھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہر شے' ہر وقت اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے اور کوئی شے اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ اسی طرح ماضی' حال اور مستقبل سب آنِ واحد میں اس کے سامنے ہے تو اس حوالے سے قیامت کو قریب کہا گیا ہے۔

ایک اور اعتبار سے بھی قیامت بہت قریب ہے۔ آنحضور ﷺ نے اس اُمت کی عمر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو ڈیڑھ دن عطا کیا ہے۔ چونکہ اللہ کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے تو بہت سے علماء نے یہ چیز اخذ کی ہے کہ اس اُمت کی عمر پندرہ سو سال ہے۔ چنانچہ آج بھی کوئی سوچ کہ پندرہ سو سال اس اُمت کو ملے تھے اور اس کے بعد قیامت آئے گی۔ قیامت کے بعد پتا نہیں کتنا عرصہ گزرے گا' پھر صور میں پھونکا جائے گا اور پھر میدان حشر میں سب اٹھیں گے۔ بڑا لمبا سفر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام آج سے دس ہزار سال قبل کی شخصیت شمار ہوتے ہیں اور اس وقت جو لوگ وفات پا چکے تھے وہ دس ہزار سال سے قبروں میں ہی ہیں۔ آنحضور ﷺ کے دور میں جن لوگوں سے بات ہو رہی تھی' انہیں بھی اب تقریباً ساڑھے چودہ سو برس گزر گئے ہیں۔ جب میں نے آیت چھ اور سات پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر بھی وہی احساسات کا پہلو ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مر گیا اس کی قیامت واقع ہوگئی۔ موت کے بعد سے قیامت تک کا بقیہ وقت عالم برزخ میں گزرے گا اور عالم برزخ کی اصل حقیقت کو تو ہم نہیں سمجھ سکتے' لیکن بعض آیات اور احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کچھ نیند کی سی کیفیت ہو گی۔ سورۃ یٰسین میں وہ آیت آتی ہے: ﴿قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۜ﴾ (آیت 52) ''وہ کہیں گے: ہائے ہماری شامت! ہمیں کس نے اُٹھا دیا ہماری قبروں سے؟'' یعنی ہم تو سوئے ہوئے تھے' ہمیں کس نے جگا دیا۔ اب نیند کے اندر انسان کو کچھ احساس نہیں ہوتا۔ وہ نیند سو سال کی ہو' تین ہزار سال کی ہو یا بیس ہزار سال کی' وہ ایسے ہی محسوس کریں گے کہ ہم تو ابھی سوئے تھے اور ابھی اٹھا دیے گئے۔ حقیقت کے اعتبار سے جس کی موت آگئی تو اس کی قیامت واقع ہوگئی اور اس اعتبار سے قیامت اس کے سر پر کھڑی ہے۔ وہ تو اب میدانِ حشر میں ہی اٹھے گا۔ اس اعتبار سے بھی قیامت بہت قریب ہے۔

اگلی آیات میں قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝٨ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝٩ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠﴾

''جس دن آسمان ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی روئی (یا رنگی ہوئی اُون)۔ اور کوئی دوست کسی دوسرے دوست کا حال نہیں پوچھے گا۔''

قیامت کے روز نفسانفسی کا عالم ہوگا اور اس دن گرم جوش ساتھی بھی ایک دوسرے کو نہیں پوچھیں گے۔ دوستی کا رشتہ ایک خاص نوعیت کا ہوتا ہے اور دوست ہر وقت ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں' لیکن اس دن کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا' حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے اور دیکھنے کے باوجود بھی مدد نہیں کریں گے۔

اگلی آیات کا مطالعہ ان شاء اللہ آئندہ کریں گے' اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید سے تذکر اور تدبر دونوں سطحوں پر تفہیم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

آگ کے شعلے نگہباں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا کے گلوبل ویلج بن جانے کے بعد ایک عالمی تہذیب جنم لے چکی ہے جس سے ہم اپنے بظاہر محفوظ گھروں میں رہتے ہوئے بھی مامون نہیں ہیں۔ نوجوان نسل کے تصورات، اقدار، اٹھان پر سوشل میڈیا کے اثرات بے پناہ ہیں۔ دو انگلیوں کی دسترس میں پوری دنیا اور اس کے واقعات ہیں۔ بریکنگ نیوز خواہ امریکہ میں ہو یا بھوٹان میں پوری دنیا پر اثر انداز ہوتی ہے۔ فتنۂ دجال کا اہم ترین ہتھیار میڈیا ہے۔ کس خبر کو پھیلانا ہے کسے دبانا ہے، کس انداز سے نشر کرنا ہے مطلوبہ نتائج کیسے حاصل کرنے ہیں؟ اس سب کے پس پردہ نادیدہ ہاتھ ہیں۔ دنیا بھر کے عوام گلوبل میڈیا کی ڈگڈگی پر ناچنے والے ایک ہجوم کا نام ہے۔ ایک واقعہ امریکہ کی ایک ریاست کے کمیونٹی کالج میں ہوتا ہے۔ فائرنگ، 13 ہلاک، 20 زخمی۔ ہمارے ہاں پڑھنے سننے والے پہلے تو فکر سے یہ دیکھتے ہیں، مسلمان تو نہیں تھا؟ تسلی رکھیے نہیں تھا ورنہ جو طوفان کھڑا ہوتا اس کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا۔ پوری دنیا کا میڈیا سکتے میں آ جاتا۔ بڑی بڑی خبریں پسِ پشت چلی جاتیں۔ یہ تو امریکن سرپھروں میں سے محض ایک تھا۔ جب امریکہ خود پوری دنیا میں یہی کام جا بجا کر رہا ہے تو کیا عجب کہ امریکی سرکار کے بچے انہی کی نقالی میں اپنی دسترس میں جو جگہ پائیں وہی کام کر گزریں۔ سو یہ اس سال امریکہ میں قتل عام کی 294 وارداتوں میں سے ایک تھی۔ یہ معمول بن چکا ہے۔ 26 سالہ نوجوان بے ہدف زندگی، بے مقصدیت کے خلا ہی کی بھینٹ چڑھا ہے۔ انسان کھا لے، پی لے، جی لے، کے حیوانی موٹو کے تحت زیادہ جی نہیں سکتا۔ اس کے اندر موجود روح اعلیٰ تر مقاصد کی تلاش میں سسکتی بلکتی ہے۔ جب اس کی تشفی کا سامان نہیں ہوتا تو اس نوجوان کی طرح نازی تصورات، آئرش ریپبلکن آرمی جیسے رجحانات رکھ کر اندر کی تشنگی، بے چینی بے قراری مٹانے کو یا جاپانیوں کی طرح خودکشی کر گزرتی ہے۔ (دنیا کے ہائی ٹیک ترین ممالک میں سے ایک۔ جاپان میں شرح خودکشی بہت زیادہ ہے) یا ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے۔ بے مصرف اچانک 13 جانوں کو لیے دنیا پار کر گیا۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کا لہو صرف اسے ایک صحت مند فکر و نظر دینے سے محروم مغربی نظام تعلیم، تہذیب و معاشرت کے ہاتھوں ہی پر نہیں ہے۔ ہم مسلمان دنیا میں ہونے والے ایسے تمام واقعات کے کچھ کم ذمہ دار نہیں۔ اسے جہاد سے نہ الجھایئے گا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں پاگلوں، ظالموں، جابروں کے ہاتھ سے تلوار، بندوق چھین لینے کی خاطر مومن مسلح ہوتا ہے۔ اسی لیے صحابہؓ کی مثال، راتوں کے راہب دن کے شہسواروں کی دی جاتی ہے۔ ایں چیزے دیگر است!

اس جملہ معترضہ کے بعد لوٹیے اور اپنی ذمہ داری محسوس کیجیے۔ اندر کا خلاء پُر کرنے کی دوا کسی ماہر نفسیات، کسی دانشور، کسی تھنک ٹینک کے پاس نہیں۔ یہ تریاق جو کردار سازی، سیرت سازی کرتا ہے۔ ایک صحت مند متوازن شخصیت پیدا کرتا ہے، صرف قرآن و سنت میں ہے۔ قرآن انسان کو اس کی شناخت دیتا ہے۔ خالق کا پتا بتاتا ہے۔ زندگی کا رخ متعین کرتا ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کو متناسب اہمیت کے ساتھ لے کر چلنا سکھاتا ہے۔ یہ تاریخ (مستند ترین، کامل ترین۔ ازل تا ابد) بھی پڑھاتا ہے۔ سائنس (خالق سائنس نے کائنات کو جن اصول و ضوابط پر بنایا، چلایا) کی خبر بھی دیتا ہے۔ اسی بنا پر سلیم الفطرت سائنس کے نابغے بھی ایمان لائے خواہ فرانسیسی سرجن ماریس بکائی ہوں یا کینیڈین گائناکولوجسٹ کیتھ مور۔ ٹی بی اروِنگ ہوں یا مارمیڈیوک پکتھال جنہوں نے انگریزی میں قرآن کے ترجمے کیے۔ تاہم آج دنیا کو قرآن سے محروم رکھنے میں جہاں یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا حصہ ہیں وہاں دنیا کو بے جہت رکھنے میں ہم مسلمانوں کا جرم کچھ کم نہیں۔ قرآن میں ڈھلی ہوئی بے مثل کامل رول ماڈل سیرت محمد ﷺ سے جب دنیا محروم ہو گئی، کر دی گئی۔ خود مسلمان نے گھگھیا کر اس سے منہ موڑ لیا۔ تو دنیا اس نوجوان قاتل کرس مرسر کے ہاتھوں چڑ کے کیوں نہ سہے۔ صرف دنیا کو ایک نگاہ دیکھ لیجیے۔ گلوبل ویلج ایک پاگل خانہ بن چکا ہے۔ جس میں نوبت یہ ہے کہ پہلے تو یہ پوچھا کرتے تھے کہ بچہ بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ انجینئر، ڈاکٹر یا سیاستدان۔ اب اس سے بھی پہلے یہ سوال گلوبل چودھریوں، رجحان سازوں کے ہاں اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ بڑے ہو کر لڑکی بنو گے یا لڑکا؟ جواب ہونہار بچہ یہ بھی دے سکتا ہے کہ کبھی لڑکا کبھی لڑکی۔ (جس کی باضابطہ اصطلاح ہے Gender Fluid۔ یعنی محلول جنس کبھی مؤنث کبھی مذکر!) یہ بھی سوال درپیش ہے کہ شادی کس سے کرو گے؟ گھر دار خاتون (جو عنقا ہو چکی) ڈاکٹر خاتون یا۔۔۔؟ جواب ہونہار نوجوان جو دے سکتا ہے وہ بھی بحر مردار کی تہہ میں غرقاب قوم لوطؑ سے اس نے حاصل کیا ہے۔ اس پاگل خانے میں نارمل کھیلوں سے بھی دل اسی طرح بھر گیا جیسے فطری زندگی کے مذکورہ طریقوں سے۔ سو اب تفریحات رکھیلیں مشاغل کیا ہیں؟ لندن میں سیکڑوں نے کیچڑ، دلدل میں تیراکی کے عالمی مقابلے میں حصہ لیا۔ فکر و نظر کے کیچڑ کے بعد تن بدن بھی دلدل میں جا اترے۔ پوری دنیا کو کیچڑ گاہ، دلدل گاہ بنا دیا۔ اخلاقی سڑاند کے اعتبار سے بھی اور ہیل فائر میزائلوں سے انسانی جسموں کے چیتھڑے اور خون کی ندیوں سے تشکیل کردہ کیچڑ و دلدل بھی۔ انسانیت جب اس میں سسکتی ہے تو آبادی بحران (اپنی بے اولاد قوم) کے مداوے کے لیے پناہ گزینوں کو جگہ دے کر دنیا میں اپنی رحم دلی کے ڈھنڈورے پیٹتی ہیں۔ اسی پر بس نہیں۔ پھر ٹف مڈریس یعنی عام کیچڑ کے بعد اب شدید ترین مشکلات بھرے کیچڑ کی دوڑ! جب زندگی آسائشوں کی فراوانی سے بیزار آ جائے، بدہضمی ہو جائے اور دل دماغ عدم سکون اور عدم اطمینان کے طوفانوں کی زد میں ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس دوڑ میں کیچڑ کے علاوہ، گڑھے، سرنگیں، برقی تاریں، چکنے راستے، برفیلے پانی، آگ کے شعلے عبور کرنے تھے۔ بالالفاظ دیگر اہل غزہ کو مصری السیسی اور اسرائیل کے ہاتھوں جان و تن کا رشتہ

برقرار رکھنے کو جن سرنگوں اور رکاوٹوں کا سامنا تھا۔ یہ سب وہی کچھ ہے۔ مقصد سنسنی خیزی اور ایڈونچر ہے۔ (جو دنیا بھر کے اہل ایمان کے لیے روزمرہ مشق بن چکی ہے!) لزبن شہر میں انہی مقاصد کے تحت رنگین دوڑ ہوئی۔ ایک دوسرے پر رنگ پھینک کر رنگ ترنگ ہاؤ ہو میں اندر کا خلا بھلایا گیا۔ جاپان میں 84 سال تا 97 سال کی ضعیف العمر گلوکاراؤں نے بینڈ گروپ بنا کر دھوم مچائی۔ خود ہمارے ہاں قرآنی ایمانی نصابوں، اقدار، روایات سے محروم کر کے نوجوان نسل کو انہی راہوں پر چلایا جا رہا ہے۔ جو محرومیاں، دیوانگی خلا مغربی نوجوان کو تباہ، بے ہدف کر رہا ہے۔ وہی اب ہمارا مقدر بن رہا ہے۔ لڑکے لڑکیاں مخلوط تعلیم کے زہر کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ تعلیم فی نفسہ صفر ہو چکی ہے۔ لوٹ مار کا نظام تعلیم کے نام پر والدین کو الگ دیوانہ کیے دے رہا ہے۔ کم عمری، نازک ترین زندگی کے حصے میں یہ اختلاط قومی خودکشی کا آسان نسخہ ہے۔ جو عملاً بھی یہی نتائج لا رہا ہے۔ گھروں سے بھاگ کر شادی کرنے والے جوڑے۔ غیرت کے نام پر قتل ہونے والے جوڑے۔ شادی نہ ہو سکنے پر خودکشی یا قتل کا ارتکاب کرنے والے/ والیاں۔ کراچی میں میٹرک کے طالب علم اور طالبہ جو عشق کی بھینٹ چڑھ کر خودکشی کر بیٹھے۔ اس ایک المیے میں صرف وہ خط پڑھیے جو دونوں پیچھے چھوڑ گئے۔ خط تیسری جماعت کا بچہ بھی شاید اس سے بہتر لکھ لیتا۔ افسوسناک صرف ان کی خودکشی نہیں۔ پہلے آپ تعلیم کی خودکشی اس خط کے پیرایے میں دیکھتے ہیں۔ پھر رومن اردو میں زبان کی خودکشی۔ عقیدے اور تصورات کی خودکشی۔ گاڈ جی تھینک.. کے آپ مجھے میرے پیار سے ملا دیں گے۔ اس جنم میں تو ہم ساتھ نہیں رہ سکتے ،اس لیے ہم مر کر ایک ہوں گے۔ یہ ہے یو ایس ایڈ کا عطا کردہ نظام تعلیم اور اس کے زہریلے پھل پھول جس سے یہ گلستان مہکانے کو کمر بستہ ہیں۔ مدارس، علمائے دین، طلبائے دین پر تعلیم، سہولیات کا دائرہ تنگ کرنے، بدنام کرنے، تعزیریں برسانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جا رہا ہے۔ دجالی لشکروں کا ہراول دستہ بننے پر کمر بستہ ہیں۔

وہ شبنم آہ! جس کی آگ کے شعلے نگہباں ہوں
وہ گلہ ہائے! جس کی بھیڑیے کرتے ہوں چوپانی

☆☆☆

رشتوں کا انتخاب

طیبہ شیرازی

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ ہم میں سے نہیں۔“ اس حدیث مبارکہ میں نکاح کی اہمیت واضح ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نکاح کے لیے کون سا رشتہ موزوں اور مناسب رہے گا! آج کے فیشن ایبل دور میں رشتے کا انتخاب بھی ایک اہم مسئلہ بن کر رہ گیا ہے، بلکہ اس کو اس قدر پیچیدہ بنا دیا گیا ہے کہ شوہر اور بیوی کے انتخاب میں بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے ہیں جن میں آپس کی ناچاقی اور بے اتفاقی سرفہرست ہیں۔

دیکھا یہ گیا ہے کہ لڑکی کے انتخاب کے سلسلے میں ایک ٹیم تیار کی جاتی ہے جن میں لڑکے کی بہنیں، بھاوجیں اور پھوپھیاں وغیرہ شامل ہوتی ہیں۔ مختلف لوگوں کی مختلف رائے ہوتی ہے، اس لیے ایک لڑکی پر اتفاق بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے، کافی سارے ججوں کا لڑکی کو دیکھنا اور اس پر تبصرے کرنا ایک عبث اور فضول رسم ہے۔

ہم جو معاملہ کسی کے ساتھ کرتے ہیں، وہی معاملہ اگر ہمارے ساتھ پیش آئے تو ہم کیسا محسوس کریں گے؟ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، وہی چیز تم دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔“ مگر آج کے دور میں اس کے بالکل اُلٹ ہو رہا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب چند عورتیں رشتہ دیکھنے لڑکی کے گھر جاتی ہیں تو وہ لڑکی کو یوں جانچتی اور پرکھتی ہیں گویا وہ کسی حسینہ عالم کا انتخاب کرنے آئی ہوں۔ بے چارے لڑکی کے گھر والے ان کی خوب ضیافت کرتے ہیں، پُرتکلف کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، اپنی لڑکی کو بناؤ سنگھار کر کے ان کے سامنے پیش بھی کرتے ہیں کہ شاید ہماری بیٹی کا نصیب کھل جائے اور اس کے ہاتھ پیلے کرنے کا سبب بن جائے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب وہ خواتین واپس آتی ہیں تو لڑکی میں طرح طرح کے نقائص بیان کرتی ہیں۔ کوئی کہتی ہے کہ لڑکی تو اچھی ہے مگر دانت ذرا باہر کی طرف نکلے ہوئے ہیں۔ کوئی کہتی ہے کہ لڑکی تو اچھی ہے بس جسم کی موٹی ہے۔ تیسری بولتی ہے کہ لڑکی تو اچھی ہے مگر ناک میں بولتی ہے۔ چوتھی کہتی ہے کہ اور تو ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک لگتی ہے بس چہرے پر بال ہیں مردوں کی طرح۔ پانچوں کہتی ہے کہ بس لڑکے سے عمر میں دس بارہ سال بڑی لگتی ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ جب ان سب باتوں کی لڑکے کو خبر ہوتی ہے، وہ یکے بعد دیگرے ہر رشتے سے انکار کرتا ہے۔

جب یہ وفد کئی رشتے ریجکٹ کرنے کے بعد کسی ایک کو منتخب کرتا ہے تو ان میں سے کچھ عورتیں کہتی ہیں کہ ”چلو بہن! اب یہ ہی ٹھیک ہے، اور کہاں کہاں پھریں گے۔“ اب جن لڑکیوں کو ریجکٹ کیا جاتا ہے ان کی اور ان کے والدین کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ کاش! کوئی ان والدین سے پوچھے جو یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ”اے کاش! ہم نے اسے پیدا ہی نہیں کیا ہوتا کہ ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا کہ ٹکے ٹکے کے لوگوں نے ہماری بچی پر تنقید کی ہے۔“ دوسری طرف کئی لڑکیاں اپنے دل میں ہزاروں ارمان لیے بابل کی چوکھٹ پر بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ یہ ہمارے معاشرے کی بڑی برائی ہے جس کے لیے کوئی قانون وضع نہیں کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے:

”کسی عورت سے ان چار چیزوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے (1) اس کے مال کی وجہ سے (2) اس کے حسب و نسب کی وجہ سے (3) اس کے دین کی وجہ سے (4) اس کے حسن و جمال کی وجہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان تینوں چیزوں میں سے حسن سیرت کو ترجیح دی جائے۔ آج ہم لوگوں نے رشتوں کے انتخاب کے سلسلے میں مسائل کے انبار جمع کر لیے ہیں جن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تگ و دو ہی نہیں کرتے۔ خود کو ترقی یافتہ قوم تصور کرنے کے باوجود ہم اپنے من گھڑت مسائل سے نہیں نکلتے۔ ہم کسی کی بیٹی میں سو سو کیڑے نکالتے ہوئے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہم بھی بیٹیوں والے ہیں، یہ دنیا تو مکافات عمل ہے کبھی یہی صورت حال ہمارے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ جب میں ایسی صورت حال دیکھتی ہوں کہ والدین اپنے بچوں کے رشتوں میں پریشان ہیں تو بہت دل برداشتہ ہو جاتی ہوں۔ آخر میں ایک شعر پیش کرنا چاہوں گی جو مجھے بہت پسند ہے:

مایوس ہو کہ سوچو تو دنیا میں کچھ نہیں
چاہو تو سارا جہاں تیری دسترس میں ہے

دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں۔ اگر ہم اپنا احتساب کر کے اپنے گھروں سے ان فضول رسموں کو ختم کر کے پہلا قدم ثابت ہوں تو پھر یکے بعد دیگرے ان فضول رسموں، رواجوں کا خاتمہ ہوتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کا 70 واں اجلاس

30 ستمبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

☆ بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دفاعی تجزیہ نگار، تنظیم اسلامی
☆ ایوب بیگ مرزا: ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد خلیق

سوال: صدر اوباما نے جنرل اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے عراق سے بہت سبق سیکھا ہے۔ طاقت اور پیسے کے زور پر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ اعترافِ شکست ہے یا اعترافِ حقیقت؟

ایوب بیگ مرزا: یہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا 70 واں اجلاس تھا۔ اس میں امریکہ کے صدر کی حیثیت میزبان کی ہوتی ہے۔ یہ تقریر سن کر مجھے 1980ء کی دہائی کا وہ خطاب یاد آ گیا جو سینئر بش نے عراق کو جزوی طور پر فتح کرنے کے بعد کیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب پہلی دفعہ نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح متعارف ہوئی تھی۔ سینئر بش نے کہا تھا کہ اب امریکہ دنیا کو گائیڈ کرے گا۔ یعنی اب دنیا میں وہی ہو گا جو امریکہ چاہے گا۔ اوباما کے خطاب سے یوں لگتا ہے کہ جیسے سینئر بش نے وہ خطاب آسمان پر چڑھ کر کیا تھا جبکہ اب اوباما نے خطاب پاتال میں آ کر کیا۔ یہ واضح طور پر اعترافِ شکست ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی ایک ملک ساری دنیا کو گائیڈ نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام ہمیں اجتماعی طور پر کرنا ہو گا۔ گویا جس کام کا آغاز سینئر بش نے کیا تھا، اوباما نے اس کو دفن کر دیا ہے۔ اوباما نے کہا کہ عراق سے ہم نے بہت سبق سیکھا ہے۔ میری رائے میں وہ افغانستان کا نام لیتے ہوئے شرما گیا ہے۔ افغانستان تمام بڑی قوتوں کا قبرستان بنا ہے۔ اس نے افغانستان کا نام کیوں نہیں لیا، اس کی ایک وجہ ہے کہ عراق کی جنگ میں وہ کسی حد تک کامیاب ہوئے اور اسے ایک بارود کا ڈھیر بنا کر چھوڑ آئے لیکن افغانستان تو ان کو چمٹ چکا ہے۔ نہ اسے نگل سکتے ہیں نہ اُگل سکتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں افغانستان میں شکست ہوئی ہے لہٰذا ہم واپس جا رہے ہیں۔ دنیا کی واحد سپر پاور یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ ہمیں کوئی فتح حاصل ہوئی ہے۔ سیاسی اور عسکری دونوں محاذوں پر اسے پسپائی ہوئی ہے۔ اس وجہ سے اوباما کا ایسا بیان سامنے آیا۔

سوال: وزیراعظم نواز شریف نے اپنے خطاب میں کہا کہ سلامتی کونسل میں مستقل ارکان کو بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اس پر بھارت کا ردعمل کیا ہو گا، اور کیا واقعتاً اس کی ضرورت نہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے تھوڑا سا پس منظر میں جانا چاہیے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز بنی تھی، لیکن وہ ناکام ہو گئی اور دوسری عالمی جنگ برپا ہوئی۔ اس جنگ میں سے جو دو بڑی قوتیں نکلی تھیں وہ روس اور امریکہ تھیں۔ اس وقت برطانیہ بھی ایک بڑی ایمپائر تھی اور فرانس کی ایک بڑی حیثیت تھی۔ انہوں نے جب مل کر یو این او بنائی تو اپنے لیے ایک امتیازی حیثیت برقرار رکھی کہ ہم بڑی سپر پاورز ہیں، لہٰذا ہمیں ویٹو کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ سکیورٹی کونسل میں پانچواں ملک چائنہ تھا۔ یہ main چائنہ تو نہیں تھا کیونکہ اس کے ساتھ ان کے تعلقات نہیں تھے بلکہ چائنہ کے ساتھ ایک جزیرہ تائیوان تھا جو امریکہ کے زیرِ اثر تھا۔ چنانچہ اسے چائنہ کا نام دے کر سکیورٹی کونسل بنا لی گئی۔ ان پانچوں ممالک کو ویٹو کا حق دے دیا گیا۔ دنیا کے اہم فیصلے وہ سکیورٹی کونسل میں لے جاتے تھے اور وہاں پھر آپس میں ان بڑی طاقتوں کی نورا کشتی ہوتی تھی۔

بھارت رقبے اور آبادی کے لحاظ سے ایشیا کا ایک بڑا ملک ہے۔ امریکہ کی آشیرباد سے اسے اس علاقے میں چین کے خلاف ایک کردار دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ بھارت کو خواہش ہوئی کہ امریکہ کی حمایت سے اسے سلامتی کونسل میں ایک حیثیت ملنی چاہیے۔ مستقل رکنیت کی بنیاد پر ویٹو کا حق بھی مل جائے گا۔ چونکہ اس وقت دنیا میں معاشی طور پر چین ایک بہت بڑی طاقت ہے، لہٰذا اس کا موڈ دیکھتے ہوئے امریکہ بیک آؤٹ کر گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ شاید روس بھی اس کا حامی نہیں تھا۔ لہٰذا بھارت کو سفارتی سطح پر بڑی ناکامی ہوئی ہے۔

وزیراعظم نواز شریف کے خطاب میں یہ بات صحیح ہے کہ سلامتی کونسل میں مستقل رکنیت کو وسعت نہیں دی جانی چاہیے۔ اُصولی طور پر تو سلامتی کونسل میں کسی کے پاس بھی ویٹو پاور نہیں ہونی چاہیے۔ اگر دنیا میں جمہوریت کا اُصول مانا گیا ہے تو جمہوریت برابری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ تمام ملکوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات برابری کی سطح پر ہونے چاہئیں۔ کسی بھی مسئلے پر تمام ملک کھل کر آزادانہ طور پر اپنی رائے دیں اور مل کر فیصلہ کریں، جسے یو این او نافذ کرے۔ اس وقت یہ صورت حال ہے کہ اسرائیل کا مسئلہ ہو تو امریکہ ویٹو کر دیتا ہے، کسی اور مسئلے میں کوئی دوسرا ملک ویٹو کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے یو این او کا چارٹر مساوات پر مبنی نہیں ہے۔

سوال: بیگ صاحب! کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت کسی کے پاس نہیں ہونی چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: بات بالکل منطقی ہے اور مساوات کے اصولوں کے مطابق ہے۔ جب یونائیٹڈ نیشنز بنا رہے ہیں تو پھر تمام نیشنز کو ایک جیسا حق حاصل ہونا چاہیے اور فیصلے میرٹ کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ یو این او دراصل 1945ء میں سپر پاورز کے تحفظ کے لیے بنائی گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ لیگ آف نیشنز ناکام نہیں ہوئی تھی بلکہ اسے ایک منصوبے کے تحت ناکام کیا گیا تاکہ ایک ایسا ادارہ بنایا

> جنرل اسمبلی میں صدر اوباما کا خطاب امریکہ کی طرف سے شکست کا واضح اعتراف ہے۔ جس کام کا آغاز سینئر بش نے کیا تھا، اوباما نے اس کو دفن کر دیا ہے!

جائے جو اصلاً بڑی طاقتوں کے مفادات کا تحفظ کرے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بڑی سادہ سی مثال ہے۔ یو این او کا ہیڈ کوارٹر نیویارک میں ہے۔ امریکہ کی زمینی حدود کے اندر یہ دفتر واقع ہے۔ امریکہ کی مرضی ہے کسی کو آنے دے یا نہ آنے دے۔ ویزہ نہ دے تو کوئی کیسے جائے گا! ایک زمانے میں وہ یاسر عرفات کو ویزہ نہیں دیتے رہے۔ بعد میں امریکہ کی آشیر باد حاصل ہوئی تو انہیں ویزہ ملا۔

ایوب بیگ مرزا: بھارت نے کہا ہے کہ سلامتی کونسل سمیت یو این او میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ وہ اصلاح کیا ہے؟ ان کے خیال کے مطابق' بہتری یوں ہو گی کہ سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت بھارت کو مل جائے۔ ایک تجویز یہ سامنے آئی تھی کہ بھارت کو مستقل ممبر تو بنا لیا جائے لیکن اس کو ویٹو پاور نہ دی جائے۔ اسے بھارت نے قبول نہیں کیا تھا۔ پاکستان نے تو اس کی بھی مخالفت کی تھی کہ بھارت کو مستقل رکن بنایا ہی کیوں جائے!

اگر دنیا میں جمہوریت کا اُصول مانا گیا ہے تو اقوام متحدہ میں بھی تمام ملکوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات برابری کی سطح پر ہونے چاہئیں۔ اس لحاظ سے یو این او کا چارٹر مساوات پر مبنی نہیں ہے۔

سوال: کیا وزیراعظم نواز شریف کا چار نکاتی فارمولا قابل عمل ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ہمیں اس حوالے سے بہر حال تحسین کرنی چاہیے کہ پاکستان کے کسی وزیراعظم نے یو این او کے پلیٹ فارم پر کافی عرصے کے بعد کشمیر کے حوالے سے بڑے پُرزور انداز میں آواز اُٹھائی ہے۔ بھارت کے ایک ریٹائرڈ سفیر نے بھی اس بات کی تعریف کی ہے کہ پاکستانی وزیراعظم کی تجاویز انصاف کے کافی نزدیک ہیں۔ اس مسئلے کے تاریخی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ 1948ء میں جب بھارت یہ مسئلہ یو این او لے گیا تھا تو اس وقت بھی یہی کہا گیا تھا کہ تمام فوجیں اپنی اوریجنل پوزیشنز پر واپس چلی جائیں' کشمیر کا علاقہ غیر فوجی قرار دیا جائے اور پھر وہاں پر رائے شماری ہو۔ یو این او کا چارٹر کہتا ہے کہ تمام ممالک دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ وزیراعظم نواز شریف نے بھی یہی کہا ہے کہ بھارت اور پاکستان ایک دوسرے کے معاملات میں داخل اندازی نہ کریں۔ اپنے اپنے حصے کے کشمیر کو ملٹری سے پاک کر دیں۔ 1948ء میں وہاں یہی بات نہرو نے مان لی تھی لیکن واپس آ کر فوجیں نہیں نکالیں۔ اب ایک اضافی مسئلہ یہ آ گیا ہے کہ چونکہ سیاچن کے علاقے میں کوئی لائن آف کنٹرول نہیں تھی اور سرحدوں کا تعین ہی نہیں کیا گیا تھا اس لیے 1980ء کی دہائی میں بھارت نے وہاں اپنی فوجیں داخل کر دیں۔ اس کے بعد سے پاکستان کو بھی وہاں فوجیں بھیجنی پڑیں۔ اس وقت وہاں بھارت کا بہت زیادہ نقصان ہو رہا ہے اور ان کی لائن آف لاجسٹک بہت لمبی ہے' لیکن یہ ان کی ناک کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ بہت سی میٹنگز ہو چکی ہیں۔ پاکستان کا موقف یہی ہے کہ اس کی پہلی حالت کو بحال کیا جائے۔ اسی بات کو اب دہرایا گیا ہے۔ ہمارے وزیراعظم نے 2003ء کے معاہدے کا بھی حوالہ دیا ہے۔ بھارت نے چونکہ ان باتوں کی خلاف ورزی کرنی ہوتی ہے' اس لیے ان تجاویز پر اس نے کوئی مثبت ردعمل کا اظہار نہیں کیا حالانکہ ان کے سنجیدہ طبقات میں سے بھی یہ آوازیں بلند ہوئی ہیں کہ پاکستانی وزیراعظم نے جو step لیا ہے اس پر مذاکرات شروع کر دینے چاہئیں' بات آگے بڑھنی چاہیے۔ البتہ ان کے میڈیا میں پاکستان کی پُرزور انداز میں مخالفت ہو رہی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: سیاچن کے بارے میں پاکستان کا شروع سے یہ موقف نہیں ہے کہ اسے غیر فوجی علاقہ قرار دیا جائے۔ پاکستان کا موقف تو یہ تھا کہ سیاچن پاکستان کا حصہ ہے' بھارت یہاں سے فوجیں نکالے۔ بھارت کارگل کے بارے میں بہت شور مچاتا ہے۔ وہاں یہ ہوا تھا کہ سردی کے موسم میں بھارت نے اپنی فوج واپس بلائی تو پاکستان نے قبضہ کر لیا۔ اگر ایک بات کارگل کے حوالے سے ٹھیک ہے تو سیاچن کے حوالے سے کیوں ٹھیک نہیں ہے؟ اس معاملے میں پاکستان کی طرف سے بہت ہی غفلت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جب بھارت کارگل کا شور مچاتا ہے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ سیاچن میں بھی ایسا ہوا تھا۔ اس طرح کا اقدام بھارت نے پہلے کیا تھا' ہم نے ایسا بعد میں کیا ہے۔ سیاچن کے بارے میں وزیراعظم نواز شریف نے جو کچھ کہا ہے' اس معاملے میں انہیں یقیناً ہماری فوج کی آشیر باد حاصل ہو گی۔ فوج بھی اس بات پر راضی ہو گی کہ معاملے کو ختم کرنے کے لیے مفاہمت کر لیں۔ پاکستان نے اس حوالے سے ایک مثبت قدم اُٹھایا ہے۔

سوال: اگر پاکستان کی فوجیں وہاں سے واپس آ جاتی ہیں تو شاہراہ ریشم بھارت کے شر سے محفوظ ہو جائے گی؟

ایوب بیگ مرزا: اگر بھارت اور پاکستان وہاں سے withdraw کر لیتے ہیں اور بھارت پھر دوبارہ اس طرح کرے تو خطرہ ہے۔ دراصل بھارت نے بھی سیاچن کافی بھگتا ہے۔ اس لیے امید تو نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے گا! وزیراعظم نواز شریف کی تقریر کے حوالے سے مجھے ایک بات پر اعتراض ہے۔ وزیراعظم کو اس طرح نہیں کہنا

کافی عرصے کے بعد پاکستان کے کسی وزیراعظم نے یو این او کے پلیٹ فارم پر کشمیر کے حوالے سے بڑے پُرزور انداز میں آواز اُٹھائی ہے۔ پاکستانی وزیراعظم کی تجاویز انصاف کے کافی نزدیک اور قابل عمل ہیں۔

چاہیے تھا کہ LoC کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں بلکہ انہیں کہنا چاہیے تھا کہ بھارت LoC کی خلاف ورزی کرتا ہے' کیونکہ سفارتی سطح پر پاکستان نے یہی موقف اختیار کیا ہوا ہے کہ بھارت ایسا کرتا ہے۔ اس تقریر میں یہ کمی رہ گئی ہے۔ یا تو ہم سفارتی سطح پر یہ تسلیم کریں کہ وہ بھی کرتے ہیں اور ہم بھی کرتے ہیں۔ جوابی کارروائی کا حق تو ہوتا ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی حملہ کرے اور دوسرا آگے سے ہاتھ ہی نہ اُٹھائے۔ سوال یہ ہے کہ پہلے جارحانہ کارروائی کون کرتا ہے! بھارت نے صرف LoC کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ورکنگ باؤنڈری کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جب سیالکوٹ کی بات آتی

ہے تو ہماری طرف سے تو وہ ایک settled علاقہ ہے لیکن دوسری طرف جموں ہے۔ وہ اپنی طرف سے لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں لیکن اصولاً اس کو دوسرے ملک پر حملہ تصور کیا جانا چاہیے۔

سوال: بان کی مون نے تجویز دی ہے کہ اگر بھارت اور پاکستان درخواست کریں تو میں ثالث بن کر ان کے تنازعات ختم کروا سکتا ہوں۔ کیا یہ تجویز دونوں ممالک کے لیے قابل قبول ہوگی؟

ایوب بیگ مرزا: بان کی مون نے یہ آفر کئی ماہ پہلے بھی دی تھی۔ مسئلہ کشمیر پاکستان اور بھارت کے درمیان سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ وہ اگر حل ہو جاتا ہے تو باقی کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ سیاچن کا مسئلہ ویسے ہی ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا مسئلہ کشمیر تنازعات کی جڑ ہے۔ پہلے میں نے عرض کیا تھا کہ یو این او بڑی قوتوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے بنائی ہے' اس میں مَیں نے تھوڑا سا تکلف کیا تھا۔ اصل میں تو یہ بڑی قوتوں کی باندی ہے' خاص طور پر امریکہ کی۔ ایک کنیز کو جس طرح حکم دیا جاتا ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرتی ہے۔ بان کی مون کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتا جب تک امریکہ اس کو push نہ کرے۔ اگر تو امریکہ نے اس کو push کیا اور بھارت یہ مان گیا تو وہ ثالثی کر سکتے ہیں' ورنہ بے چارے سیکرٹری جنرل کی کیا حیثیت ہے۔ بڑی تنخواہ لیتے ہیں' بڑی بڑی گاڑیوں میں بیٹھتے ہیں' بڑا پروٹوکول ہے' بڑی عزت ملتی ہے لیکن ان کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے اور نہ ہی کسی فیصلے کو نافذ کرنے کی قوت ہے۔ ہر حالت میں وہ امریکہ کے محتاج ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق' وزیراعظم نواز شریف سے بان کی مون کی ملاقات امریکہ کے کہنے پر ہوئی ہے۔ دراصل بھارت نے امریکہ کے ذریعے یہ کوشش کی تھی کہ پاکستان مسئلہ کشمیر کا یوں ذکر نہ کرے جیسے کر دیا گیا۔ جب بھی پاکستان نے مسئلہ کشمیر کو اُٹھایا ہے' جب بھی کشمیر کے عوام میدان میں آئے ہیں اور بھارت کو خطرہ محسوس ہوا ہے تو اس نے اس مسئلہ کو دفن کرنے کے لیے امریکہ اور اقوام متحدہ کی مدد لی ہے۔ چونکہ پہلے معلوم ہو گیا تھا کہ پاکستانی وزیراعظم یہ مسئلہ اُٹھانے والے ہیں تو امریکہ اور بھارت نے بان کی مون کے ذریعے یہ پیغام بھجوایا کہ آپ ایسا نہ کریں' ہم آپ کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ظاہر ہے وزیراعظم نواز شریف یہ کیسے مان سکتے تھے کیونکہ یہ تقریر یہاں سے تیار ہو کر' ساری اسٹیبلشمنٹ کو دکھا کر اور سارے مراحل طے کر کے کی گئی ہے۔ لہٰذا ان کے پاس یہ آپشن نہیں تھا کہ وہ تقریر کو تبدیل کریں۔

سوال: وزیراعظم کے خطاب میں مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین کو equate کیا گیا ہے۔ اس پر آپ کیا کہیں گے؟

> **اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کے پاس ادارے کی قراردادوں پر عمل درآمد کرانے کا اختیار نہیں ہے۔ کسی فیصلے کو نافذ کرنے کے لیے وہ امریکہ کی حمایت اور مدد کے محتاج ہیں!**

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بڑی اچھی بات ہے۔ یہ دونوں مسئلے 1948ء کے بعد سے یو این او کی ٹیبل پر ہیں اور تصفیہ طلب ہیں۔ ان کا تعلق امت مسلمہ سے ہونے کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا گیا حالانکہ ان کے بعد اُٹھنے والے کئی مسئلے حل ہو چکے ہیں۔ فلپائن میں مسلمان اقلیت میں تھے' ان کا کچھ نہیں کیا گیا لیکن انڈونیشیا میں عیسائی اقلیت میں تھے تو مسئلہ فوراً حل کر دیا۔ سوڈان کو شمالی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا کیونکہ عیسائیوں کا مسئلہ آیا۔ اسرائیل کا بھی فلسطینی علاقے پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ اسی طرح کشمیر میں بھی عوامی امنگوں کے خلاف بھارت قابض ہے۔ یہ دونوں مسائل اس لیے تصفیہ طلب ہیں کیونکہ ان کے حل سے سپر پاورز کا کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ ہمارے وزیراعظم نے کہا کہ ہم دہشت گردی کا شکار ہیں' ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں جبکہ دہشت گردی کی اصل وجہ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیاں ہیں' ان کو بھی ختم کیا جانا چاہیے۔ اسی پس منظر میں انہوں نے یہ دونوں ایشوز اُٹھائے ہیں کہ ناانصافی کے نتیجے میں جو ری ایکشن پیدا ہوتا ہے اس میں لوگوں کو خودکش حملوں کے لیے motivate کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

سوال: اگر یو این او مسئلہ کشمیر کو حل کرنا چاہے تو وہ کیا اقدامات اُٹھا سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: وزیراعظم نواز شریف کی تقریر جو بہترین بات تھی جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے وہ یہی جملہ تھا کہ یو این او فیل ہو چکا ہے۔ یہ ان کے گھر جا کے ان کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ تھا۔ البتہ تقریر لکھنے والوں نے ایک چیز کو نظر انداز کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کی تقریر میں تضاد ہے۔ خطاب کے آغاز میں یو این او کی بڑی تعریف ہے لیکن آخر میں اس کو ناکام قرار دیا۔ ناکامی کا کہنا مجھے تو کم از کم بہت بھلا لگا۔

امریکہ جس مسئلہ کو حل کرنا یا کروانا چاہے' وہ ہو جاتا ہے۔ امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور اس کے لیے یو این او کی آشیرباد حاصل کی۔ اگر تو یہ ہوتا کہ ملا عمر کی حکومت پر مقدمہ قائم ہوتا اور کوئی بین الاقوامی عدالت یہ ثابت کر دیتی کہ نائن الیون واقعی افغانستان نے کیا ہے' پھر تو یو این او کے لیے امریکہ کی حمایت کی کوئی وجہ بنتی لیکن امریکہ نے یہ سب کچھ بغیر تحقیق کے کیا۔ یہ حالت ہے یو این او کی! مسئلہ کشمیر حل کرانے کے لیے یو این او کی اپنی 1948ء کی قرارداد موجود ہے۔ اس کے تحت وہ دوبارہ یہ قرارداد منظور کرے اور کہے کہ جو ملک اس پر عمل کرنے میں رکاوٹ بنے گا اس کے خلاف قانونی قدم اُٹھایا جائے گا۔ یا اس کا اخراج کر دیا جائے گا' یا اس پر پابندیاں لگائی جائیں گی۔ اس پر عمل درآمد کے لیے فوجی اور مالی وسائل مہیا کیے جائیں۔ لہٰذا یو این او اگر اپنی قرارداد پر عمل درآمد کرا دے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اصل میں کرانے کی نیت ہو تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ بھارت جواب دے کہ اس نے آج تک اس قرارداد پر عمل کیوں نہیں کیا۔ بھارت کا جواب شروع شروع میں یہ ہوتا تھا کہ اب پاکستان سیٹو اور سنٹو کا ممبر بن گیا ہے اس لیے ہم اس قرارداد پر عمل نہیں کر سکتے۔ یہ کیسا عذر ہے! یو این او کا سیکرٹری جنرل کہے کہ اگر ادارے کی کسی بھی قرارداد پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا تو یہ ادارہ نہیں چلے گا۔ اگر یہ اُصول بنا دیا جائے تو مسائل کیسے حل نہیں ہوں گے! اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مسئلہ کشمیر کا حل ہونا سپر طاقتوں کے اپنے مفاد میں ہو تو دو دنوں میں یہ حل ہو جائے گا!

> اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

شہادت کی فضیلت واقسام

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

آنحضرت ﷺ نے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ: ''بے شک سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے، سب سے مضبوط کڑا تقویٰ ہے، سب سے بہتر ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہے، سب سے بہتر طریقہ محمد (ﷺ) کا ہے، سب سے اشرف کلام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، سب سے بہتر قصہ یہ قرآن ہے، تمام کاموں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کو عزیمت سے ادا کیا جائے اور بدترین کام وہ ہیں جو نئے نئے ایجاد کیے جائیں، سب سے بہتر طور طریقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طور طریقہ ہے، سب سے اشرف موت شہادت اور اللہ کی راہ میں قتل ہونا ہے۔'' (حیاۃ الصحابہ)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونا سب سے اشرف موت ہے۔ اشرف کے معنی سب سے زیادہ بزرگی والا، سب سے زیادہ لائق عظمت۔

قرآن کریم نے حضرات شہداء کا درجہ یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النساء: 69)

''اور جس نے کہا مان لیا اللہ کا اور رسول اللہ (ﷺ) کا تو یہ لوگ ہوں گے نبیوں کے ساتھ اور صدیقین کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کے ساتھ، اور بہت ہی عمدہ ہیں یہ سب حضرات رفیق ہونے کے اعتبار سے (ان سے زیادہ عمدہ رفیق کس کو میسر آسکتے ہیں؟)۔''

قرآن کریم نے پہلا درجہ اللہ کے نبیوں کا بیان فرمایا۔ دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا یعنی اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کا جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ ہم جیسے گنہگار مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کریں اور اطاعت کی کوشش کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حشر نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ ''ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ'' یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ آمین)

بہرحال شہیدوں کا مرتبہ اللہ نے تیسرے نمبر پر فرمایا ہے۔ انبیاء اور صدیقین کے بعد شہداء کا درجہ ہے اس لیے کہ سب سے اشرف واعلیٰ موت تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور دوسرے نمبر پر اشرف واعلیٰ موت صدیقین کی ہے۔ صدیقین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے اوصاف اور اپنے کمالات کے اعتبار سے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس نبوت نہیں ہوتی۔ ان کے بعد پھر جتنے اُمتی ہیں ان میں موت کے حوالے سے سب سے زیادہ افضل شہداء ہیں۔

شہید کسے کہتے ہیں؟

چند باتیں یہاں سمجھ لینی چاہئیں۔

☆ شہید کس کو کہا جاتا ہے؟

اصل شہید تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

شہداء کی پانچ قسمیں ہیں:

1۔ جو شخص کسی کافر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

2۔ جو شخص میدان جہاد میں مرا ہوا پایا گیا اور اس پر زخم کا نشان تھا۔ غالب یہی ہے کہ کسی کافر نے اس کو قتل کیا ہو گا یا کافر کے زخم لگانے سے قتل ہوا ہوگا۔

3۔ جو شخص زخمی حالت میں میدان جہاد سے لایا گیا اور ابھی تک کھانے پینے کی یا مرہم پٹی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس کا پیمانہ حیات لبریز ہو گیا۔

4۔ جس شخص کو ڈاکوؤں یا باغیوں نے قتل کر دیا۔

5۔ جس شخص کو کسی مسلمان نے ظلماً قتل کر دیا۔

یہ پانچ قسم کے افراد فقہی اعتبار سے شہید کہلاتے ہیں۔

شہید کے احکام

شہید کا حکم یہ ہے کہ شہید کو انہی کپڑوں میں بغیر غسل کے دفن کیا جاتا ہے، اس کو کفن نہیں پہنایا جاتا اور اس کے بدن کے کپڑے نہیں اُتارے جاتے، البتہ کوئی زائد کپڑے ہوں جیسا کہ سردیوں کے موسم میں پوستین وغیرہ پہن لیتے ہیں، جیسے صدری وغیرہ پہن لیتے ہیں یا کوئی اور بھاری کپڑا پہن لیتے ہیں، ایسا کپڑا اگر کوئی پہنا ہوا ہو تو اس کو اتار دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اوپر چادر دینے کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دی جائے گی لیکن معروف طریقے سے جیسا کہ کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں وہ کفن شہید کو نہیں دیا جاتا۔ اب اس کے وجود کو ڈھانپنے کے لیے اوپر ایک چادر ڈال دیں گے۔ شہید کے اپنے کپڑے اس کا کفن ہیں حالانکہ میت کو سلے ہوئے کپڑے تو نہیں پہنائے جاتے لیکن شہید کے لیے اس کے سلے ہوئے کپڑے اس کا کفن ہیں۔ ان احکام کا اطلاق نمبر 4 اور 5 پر نہیں ہوگا۔

حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ

((وَاَنْ يُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ)) (مشکوٰۃ)

''ان کو ان کے زخموں سمیت اور ان کے کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔''

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ: ''جو شخص اللہ کے راستے میں شہید ہوا وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کے بدن سے جہاں زخم آیا تھا، خون کا فوارہ پھوٹ رہا ہوگا، رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔'' (مشکوٰۃ، ص: 330)

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ اس کا جنازہ بھی نہیں ہے، ویسے ہی دفن کر دو، تمہاری شفاعت کی اب اس کو ضرورت نہیں رہی ہے کیونکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:

اَلسَّیْفُ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا" (کنز العمال)

"تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔"

کافر کی تلوار نے ہی اس کی شفاعت کر دی اور وہ بخشا گیا۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیتے ہیں۔"

قبر میں اس سے حساب و کتاب نہیں ہوتا۔ جیسا عام مردوں سے سوال و جواب ہوتا ہے، اس سے نہیں ہوتا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شہید کا جنازہ ہے (اس پر طویل گفتگو ہے، اس علمی بحث کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں)۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ شہید کا حکم یہ ہے، شہید کی موت اتنی اعلیٰ ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ اشرف موت فرما رہے ہیں۔

شہادت کی موت کا درجہ

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور شہداء آپؐ کے پاؤں کی خاک ہیں۔ آپؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں، اس کے باوجود آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ)) (مشکوٰۃ ص:329)

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ (یہ سلسلہ چلتا ہی رہے)۔"

ذرا اندازہ فرمالیں! جس موت کی تمنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں وہ موت کتنی اشرف اور کتنی قیمتی ہوگی! صحیح احادیث میں حضرات شہداء کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین!

شہید جنت الفردوس میں

"حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حارثہ بن سراقہؓ کی ماں اُم ربیعہ بنت براء ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میرا لڑکا سراقہ آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شہید ہو گیا ہے، اگر تو اس کی بخشش ہو گئی ہے اور وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں ورنہ میں اس پر رنج و غم اور صدمہ کا اظہار کروں اور اپنا حق ادا کروں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حارثہ کی ماں! جنت ایک نہیں، بہت ساری جنتیں ہیں (اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت سے دوسری جنت کا فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان و زمین کا فاصلہ ہے، سو جنتیں اوپر نیچے اتنی ہیں اور سب سے اوپر جو جنت ہے وہ جنت الفردوس ہے) اور تیرا بیٹا سب سے اوپر کی جنت جنت الفردوس میں ہے۔" (مشکوٰۃ)

شہید زندہ ہیں

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ o﴾ (البقرہ:154)

"اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر اس زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے۔ (اس کی زندگی تمہارے حواس سے بالاتر چیز ہے)۔"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ o﴾ (آل عمران:169)

"بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔"

صحیح بخاری کے حوالے سے مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور وہ شہداء کا مستقر ہیں، وہ شہداء کے رہنے کی جگہ ہے اور سبز پرندوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ ان کو سواریاں عطا فرماتے ہیں اور ان کی روحیں ان سبز پرندوں میں جنت کے اندر پرواز کرتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔" (مشکوٰۃ)

یہ قیامت سے پہلے کا قصہ ہے۔ قیامت کے دن ان کے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ تو سبحان اللہ! کیا بات ہے!

نذرانہ حیات

لوگ بارگاہ عالی میں مختلف نذرانے پیش کیا کرتے ہیں۔ شہید اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس نذرانہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔

مرنا تو سب کو ہے

مرنے کو تو بالآخر سب ہی مریں گے، جئے گا کون؟ کوئی مرنا چاہے اس کو بھی موت آئے گی اور کوئی مرنا نہ چاہے تب بھی اس کو موت آئے گی۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ: "نیک آدمی کے پاس جب ملک الموت آتا ہے تو اس کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ اے پاک روح! پاک جسم میں رہنے والی! اپنے رب کی مغفرت اور رحمت و رضوان کی طرف نکل، جو تجھ پر غضبناک نہیں۔ (جب وہ آدمی اپنے رب کا نام سنتا ہے تو اس وقت اس کی روح کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اتنا اشتیاق ہو جاتا ہے کہ وہ روح بے چین ہو جاتی ہے جیسا کہ پنجرہ میں پرندہ، پنجرہ توڑ کر نکلنے کے لیے مشتاق ہوتا ہے۔ اس مؤمن آدمی کی روح اتنی بے چین ہو جاتی ہے، اتنے میں ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اتنی سہولت کے ساتھ اور آسانی کے ساتھ روح نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے قطرہ ٹپک جاتا ہے اور دوسرے قسم کے آدمی کے پاس ملک الموت آتا ہے تو کہتا ہے کہ اے گندی روح! جو گندے جسم میں تھی، نکل اپنے رب کے غضب کی طرف اور اس کے عذاب کی طرف (نعوذ باللہ! اللہ کی پناہ)۔" (مشکوٰۃ)

روح تو پہلے ہی بدن میں سرایت کی ہوتی ہے لیکن وہ بالوں تک میں سرایت کر جاتی ہے تا کہ وہ نہ نکلے اور وہ فرشتہ پھر اس کو کھینچتا ہے اور فرمایا کہ بالکل ایسی مثال ہو جاتی ہے کہ دُھنی ہوئی روئی کے اندر گرم یا بھیگی ہوئی سلائی ماری جائے اور پھر اس کو کھینچا جائے، بندے اور روح کا رشتہ چھڑانے کے لیے اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

کوئی اس دنیا سے جانا چاہے، روح اس کی بھی نکلتی ہے اور جو نہ جانا چاہے روح اس کی بھی نکلتی ہے لیکن شہید اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں نذرانہ پیش کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کی قدر افزائی فرماتے ہیں، اس کو قبول فرماتے ہیں، اس لیے فرمایا کہ شہید کی موت اشرف موت ہے۔

یہاں پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ معنوی اعتبار سے شہید تین قسم کے ہوتے ہیں:

دنیا و آخرت کے اعتبار سے شہید

وہ جو دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے شہید ہیں۔

آخرت کے اعتبار سے شہید

وہ جو دنیاوی اعتبار سے شہید نہیں لیکن آخرت میں اس کا نام بھی شہیدوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تم شہید کس کو سمجھتے ہو؟ (جو جواب دیا جا سکتا تھا وہی دیا گیا کہ) یا رسول اللہ! جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو اللہ کے راستہ

میں مرجائے وہ بھی شہید ہے اور جو طاعون کی بیماری سے مرجائے وہ بھی شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید ہے۔" (مشکوٰۃ)

اسی طرح کوئی دریا میں ڈوب کر مر گیا وہ بھی شہید، کسی پر دیوار گر گئی یا کسی حادثہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے، عورت زچگی کی حالت میں مر گئی وہ بھی شہید ہے، بچہ جنتے ہوئے مر گئی وہ بھی شہید ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان شہیدوں کی بہت سی قسمیں بیان فرمائی ہیں جن کو معنوی شہید کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا کے احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہوتے، ان کو غسل دیا جائے گا، ان کو کفن پہنایا جائے گا، ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یہ لوگ دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی فہرست میں ان کا نام بھی شہیدوں میں لکھا جائے گا۔

دنیا والوں کے اعتبار سے شہید

تیسری قسم شہیدوں کی وہ ہے جن کو ہم اور آپ شہید کہتے ہیں مگر اللہ کی فہرست میں ان کا نام شہیدوں میں نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) وجہ یہ تھی کہ اندر ایمان صحیح نہیں تھا۔ جان کا نذرانہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے پیش نہیں کیا گیا بلکہ قومی عصبیت کی بنا پر قتل کیا گیا یا اپنی جواں مردی اور شجاعت کے جوہر دکھلانے کے لیے مرا، بہادر کہلوانے کے لیے مرا! ان کے دلوں کو تو ہم نہیں جانتے کہ کس کی نیت کیا ہے، ہم تو اس کے ساتھ معاملہ شہیدوں کا ہی کریں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کی کیفیت کو خوب جانتے ہیں، وہ صرف ظاہری عمل کو نہیں دیکھتے۔ یہ لوگ جو ریاکاری کے لیے یا دکھلاوے کے لیے یا کسی اور غرض اور مقصد کے لیے قتل ہوئے، چاہے میدان جہاد میں ہی قتل کیوں نہ ہوئے ہوں، یہ لوگ اللہ کی فہرست میں شہید نہیں ہیں، دنیاوی اور اپنے علم کے اعتبار سے ہم لوگ ان کو شہید ہی کہیں گے۔ باقی راہ حق میں شہادت کی تمنا ہر مؤمن کو رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ شہادت کی موت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ شہیدوں میں اُٹھائے۔ (آمین)

شہادت کی موت کی دعا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا فرماتے ہیں: یا اللہ! شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنے رسول اللہ ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرما۔ پھر فرماتے ہیں کہ عمر دو باتیں اکٹھی کیسے ہوں گی؟ شہادت کی موت بھی مانگتے ہو اور رسول اللہ ﷺ کے شہر میں بھی مانگتے ہو؟ جہاد تو باہر ہوتا ہے، مدینہ میں بیٹھ کر کیسے شہادت مل جائے گی؟ خود ہی سوال کرتے تھے اور خود ہی فرماتے تھے کہ اگر اللہ چاہے تو دونوں کو جمع کر سکتے ہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

حصول شہادت کی دعا

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص روزانہ یہ پڑھا کرے: ((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ)) (الاتحاف، ج:10، ص:227)

"یا اللہ! برکت فرما میرے لیے موت میں اور موت کے بعد کی زندگی میں۔"

اللہ پاک اس کو شہادت کی موت نصیب فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کا نام شہیدوں کی فہرست میں درج فرمادیں گے خواہ اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ آئے، یہ تو کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ تمنا کرو، مانگو اور اگر تمنا ہی نہ ہو تو پھر کیسے ہوگا؟

ایک حدیث میں ہے کہ:

((مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِہٖ نَفْسَہٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِّنْ نِّفَاقٍ)) (مشکوٰۃ ص:331)

"جس نے جہاد میں حصہ نہیں لیا اور کبھی اس کے دل میں خیال بھی پیدا نہ ہوا تو وہ آدمی نفاق کی موت مرا۔"

(ماخوذ: "محرم اور شہادت حسین" مرتب قاری محمد اسحاق)

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "جامع مسجد گلزار قائد نزد ائیر پورٹ راولپنڈی" میں

25 تا 31 اکتوبر 2015ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ عبادتِ رب
☆ شہادت علی الناس ☆ اقامت دین
☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

30 اکتوبر تا یکم نومبر 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-4434438، 0333-5382262

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

غیبت کی آفات

معاذ امین

ارشادِ ربانی ہے ''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تمہیں گھن آتی ہے اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بہت مہربان ہے۔'' (سورۃ الحجرات)

اس آیت میں اللہ تعالی نے غیبت جیسے قبیح فعل سے منع فرمایا ہے۔ غیبت کہتے ہیں کسی شخص کی غیر موجودی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو وہ سنتا تو اس کو ایذا ہوتی اگرچہ وہ بات سچی ہی کیوں نہ ہو۔ غلط الزام کو بہتان کہتے ہیں، جس کی حرمت الگ سے قرآن پاک میں بیان ہوئی ہے۔ اس آیت میں غیبت کی حرمت کو بہت زیادہ اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے۔ غیبت کرنے کو کسی مردہ مسلمان کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس کے خسیس اور برا ہونے کو واضح فرمایا گیا ہے۔ اور اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ کسی کے سامنے اس کے عیوب کو ظاہر کرنا بھی اگرچہ ایذا رسانی کی بنا پر حرام ہے مگر اس کی مدافعت وہ شخص خود بھی کر سکتا ہے۔

مدافعت کے خطرے کے پیش نظر ہر کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے کو منہ پر برا بھلا کہے۔ اس کے برعکس غیبت میں چوں کہ مدافعت کا اندیشہ نہیں ہوتا اس لیے انسان دوسرے کی برائی بغیر خوف و شرم کے بیان کرتا چلا جاتا ہے، اس وجہ سے غیبت میں لوگ زیادہ مبتلا ہیں۔ لوگوں کے اس ابتلائے عام کی وجہ سے اس کی حرمت زیادہ تاکید سے بیان کی گئی ہے اور مسلمانوں پر لازم کیا گیا ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی برائی سنے تو وہ اپنے غائب بھائی کی طرف سے اگر قدرت ہو تو دفاع کرے۔ اگر مدافعت پر قدرت نہ ہو تو کم از کم سننے سے پرہیز کرے، کیوں کہ غیبت کا اپنے اختیار سے سننا ایسا ہی ہے جیسا کہ خود غیبت کرنا۔

احادیث میں بھی غیبت کی بہت مذمت بیان کی گئی اور مختلف انداز سے اس کی نفرت مسلمانوں کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ شب معراج کی حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے لے جایا گیا تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور بدن کا گوشت نوچ رہے تھے۔ میں نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے تھے اور اس کی آبروریزی کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیبت کی سزا کتنی سخت ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی سخت گناہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ کیسے! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا، جب تک وہ شخص نہ معاف کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔ (رواہ الترمذی) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس میں اللہ کے حق کی مخالفت کے ساتھ بندے کا حق بھی پامال ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس سے معاف کرانا ضروری ہے اور بعض علما کرام نے فرمایا کہ غیبت کی خبر جب تک صاحب تک نہ پہنچے اس وقت تک وہ حق العبد نہیں ہوتی اس لیے اس سے معافی کی ضرورت نہیں ہے مگر جس شخص کے سامنے غیبت کی گئی ہے اس کے سامنے اپنی تکذیب کرنا ضروری ہے۔

اگر وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہے مر گیا ہو یا اس کا پتا نہ ہو تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ حضرت انسؓ کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کفارہ غیبت کا یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لیے اللہ تعالی سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔ اس حدیث سے غیبت کا کفارہ معلوم ہو گیا اور یہ کفارہ ادا کرنا ہر مسلمان کے اختیار میں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے کہ بچے، اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے۔ اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کے عام حرمت کا حکم مخصوص البعض ہے۔ بعض صورتوں میں اس کی اجازت ملی ہے مثلاً کسی شخص کی برائی کسی ضرورت یا کسی مصیبت کے پیش نظر کرنی پڑے، بشرطیکہ وہ ضرورت اور مصلحت شرعاً معتبر ہو، جیسے کسی ظالم کی شکایت کرنا کسی بڑے شخص کے سامنے، اسی طرح کسی کی اولاد یا کسی کی بیوی کی شکایت اس کے باپ یا اس کے شوہر سے کرنا اصلاح کی نیت سے تاکہ وہ اس کی اصلاح کریں یا مسلمانوں کو کسی کے شر سے بچانے کے لیے اس کی برائی بیان کرنا یا جو شخص سب کے سامنے کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اپنے فسق کو ظاہر کرتا پھرتا ہے تو اس کے اعمال بد کا ذکر بھی غیبت میں داخل نہیں مگر بلاضرورت اپنے اوقات کو ضائع کرنے کی بنا پر مکروہ ہے۔

ان سب میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت ذکر کیا جائے تو یہ غیبت نہیں اور غیبت ایسے قول و کلام سے ہوتی ہے، ایسے ہی فعل یا اشارے سے ہوتی ہے، جیسے کسی لنگڑے کی چال کی نقل اتارنا جس سے اس کی تحقیر ہو یہ بھی ایک قسم کی غیبت ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کی غیبت کرنے سے محفوظ رکھے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆بیٹی عمر 35 سال، تعلیم ایم، اے پولیٹیکل سائنس مطلقہ (ہمراہ 2 سال کا بیٹا) کے لیے برسرروز شخص کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

برائے رابطہ: 042-37568628

0345-4129597

☆بیٹا، عمر 22 سال، تعلیم میٹرک، پرائیویٹ ملازم، کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-37568628

0345-4129597

☆32 سالہ، طلاق یافتہ، تعلیم بی ایس سی، بااخلاق اور خوبصورت خاتون کے لیے دینی مزاج کے حامل شخص کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0346-5414640

☆وزیر آباد میں رہائش پذیر جٹ فیملی کو دینی مزاج کے حامل اپنے ڈاکٹر بیٹے، عمر 25 سال، میڈیکل آفیسر کارڈیالوجی کے لیے دینی مزاج کی حامل لیڈی ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0346-4353649

حلقہ لاہور شرقی کے تحت فہم القرآن کلاس

حلقہ لاہور شرقی نے 7 ستمبر 2015ء سے مرکز تنظیم اسلامی، گڑھی شاہو میں سہ ماہی فہم القرآن کلاس کا آغاز کیا ہے۔ اوقات مغرب کے بعد 2 گھنٹے روزانہ ہیں۔ موضاعات میں عربی گرائمر، تجوید، ترجمہ قرآن اور منتخب نصاب شامل ہے۔ الحمدللہ، کلاس میں شرکاء کی حاضری دن بدن بڑھ رہی ہے۔ انتظامیہ نے ہر جمعرات کو اس کلاس میں اضافی محاضرات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی سلسلے کا پہلے پروگرام 17 ستمبر کو رات 8 تا 9 بجے ہوا۔ جس کا عنوان فضائل و مسائل قربانی تھا۔ مولانا امین چترالی نے نہ صرف بڑی خوبصورتی سے فضائل بیان کیے بلکہ قربانی کے مسائل بھی اچھے اسلوب سے سمجھائے۔ آخر میں تقریباً آدھا گھنٹہ سوال وجواب کی نشست ہوئی۔

اسی سلسلے کا دوسرا پروگرام 29 ستمبر کو ہوا جس میں ناظم اعلیٰ تحریک خلافت جناب مختار حسین فاروقی نے ”قربانی کا حاصل“ کے موضوع پر گفتگو کی۔ اُنہوں نے سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی قربانیوں کا تذکرہ کیا۔ تیسرا پروگرام 30 ستمبر کو ہوا جس میں مختار حسین فاروقی نے ”اسلام کے مستقبل“ پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس پروگرام کے آخر میں بھی سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ تینوں پروگراموں میں 50 سے 60 مرد اور 10 خواتین شامل ہوتی رہیں۔ (رپورٹ: شکیل احمد)

حلقہ کراچی شمالی کے تحت ماہانہ تربیتی اجتماع وشب بیداری

حلقہ کراچی شمالی کی تنظیم گلستان جوہر۔1 کے زیر اہتمام 19 اور 20 ستمبر کو ماہانہ تربیتی اجتماع وشب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔ میزبانی کے فرائض اطہر جمال نے احسن طریقے سے انجام دیئے۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ محمد بشیر نے مطالعہ حدیث کرایا، جس کا عنوان ”اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور اِن کی تربیت“ تھا۔ ابرار حسین بھائی نے عشرہ ذوالحج اور قربانی کے مسائل اور فضائل پر گفتگو کی۔ پہلے روز کے آخری پروگرام میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید سے رفقاء کے سوالات پر مشتمل ویڈیو ”امیر سے ملاقات“ دکھائی گئی۔ تہجد کی نماز تک آرام کا وقفہ دیا گیا۔

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد میجر شاہد حفیظ نے ”حقیقت شیطان“ پر بہت ہی خوب صورت انداز بیان میں پریزنٹیشن دی۔ وقفہ کے بعد اختتامی گفتگو کرتے ہوئے امیر مقامی تنظیم عارف جمال فیاضی نے کہا کہ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے اور اس حوالہ سے اس کو شعوری طور پر پہچاننا بہت ضروری ہے۔ دین کے داعی کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کبھی بھی اپنی عبادات پر مطمئن نہ ہو بلکہ اس میں آگے بڑھنے کی کوشش میں لگا رہے۔ ہم امیر اور نقیب کی دعوت پر فوراً سے پہلے لبیک کہنے والے بنیں۔ انہوں نے اگلے ماہ ہونے والے مبتدی اور ملتزم تربیتی کورسز میں شرکت کی طرف بھی رفقاء کی توجہ دلائی۔ مسنون دُعا پر اجتماع کا اختتام کیا گیا۔ (مرتب: محمد عدیل)

میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت
کے انٹرنیٹ ایڈیشن تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ

شیخ نوید احمد

27 اگست کو علی الصبح فون پر محترم جہانگیر صاحب کی رحلت کی اچانک خبر ملی تو ایسا لگا جیسے بجلی کوند گئی ہو۔ اپنے آپ کو سنبھال کر اپنے مستقبل پر غور کیا تو پتہ چلا کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ آج انسان ہے کل نہیں۔ محترم جہانگیر صاحب انتہائی شفیق اور مہربان انسان تھے۔ خوش مزاجی ان کی طبیعت کا خاصہ تھی جب ملاقات ہوتی مسکرا کر حال واحوال دریافت کرتے۔ میرا تعلق ان سے کافی پرانا تھا جب یہ شعبہ قرآن اکیڈمی منتقل ہوگیا تو ذرا ملاقات میں کمی آئی ورنہ ہر ہفتہ باقاعدہ میٹنگ میں شرکت ہوتی۔ درس قرآن کی ذمہ داری جو الحمدللہ آج میں نبھا رہا ہوں، اُن ہی کے حکم کی تعمیل ہے۔ جہانگیر صاحب کے پاس حلقہ لاہور کی امارت رہی، بہترین منتظم شخصیت قرار پائے۔ حلقہ لاہور جب دو حصوں (شرقی وغربی) میں بٹ گیا تو حلقہ غربی کی امارت آپ کے حصہ میں آئی۔ راقم کی نجی زندگی میں جو بھی کوئی مصیبت اور اللہ کی طرف سے آزمائش آئی وہ میرے ساتھ شانہ بشانہ چلے اور آخر دم تک میرا ساتھ دیا جس کے لیے میں ان کا ممنون احسان ہوں۔ اللہ ان کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین۔ ان کے اپنے کاروبار میں نشیب وفراز آتے رہے، اس حوالے سے جب ذکر کرتے تو فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بات نہیں، اللہ کافی ہے۔ تنظیم کے ہر پروگرام کو نئی جہت میں تیار کرتے۔ تبلیغی مرکز رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع ہو، بک فیئر ایکسپو سنٹر جوہر ٹاؤن ہو یا اتوار بازار میں کتابوں کا سٹال سب آپ کی یادگاریں ہیں۔ اس کے علاوہ تنظیم اسلامی کی گھومتی پھرتی وین جس پر سٹال کے علاوہ دیگر لوازمات بھی ہیں جو عوام کی توجہ کا مرکز ہے، اس کی بناوٹ ماشاءاللہ انہی کے ذہن کی تخلیق ہے۔ ہر ہفتے باقاعدہ تنظیمی اُسرہ کی میٹنگ میں قرآن کا ترجمہ وتشریح ہر رفیق سے سُننا سنانا تو تھا ہی، مگر احادیث بمع ترجمہ زبانی یاد کرنا بھی ان کا حکم تھا۔ جس پر میں نے ایک دن معذرت کرلی کہ یہ کام بڑا سخت ہے، معاف فرمائیں۔ خاموش ہوگئے۔ ابتدائی دور میں قرآن کالج میں پروفیسر بھی رہے مگر اپنی درویشانہ زندگی میں کبھی ان پر دکھاوا نہ دیکھا گیا۔ راقم کو ان کے دولت کدہ پر بھی حاضری کا شرف حاصل رہا۔ وہی سادگی دیکھنے میں آئی جس میں کوئی بناوٹ نہ تھی۔ کوئی اُسرہ چلتا ہے یا نہیں اس کی بنیاد ضرور رکھ دیتے کہ دیکھا جائے گا اللہ مالک ہے۔ مرکز سے کوئی حکم نامہ آتا تو اس کے نفاذ میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہ کرتے اور فرماتے کہ فوراً پورا ہونا چاہیے۔ دل کا عارضہ تو انہیں تھا ہی، ادویات استعمال کرتے رہے مگر ساتھ کمر کی تکلیف بھی تھی۔ سالانہ اجتماع 2015ء بہاولپور میں چارپائی پر لیٹ کر ہی اپنی تنظیم کی معاونت کرتے رہے۔ عجیب مردِ حق تھا خدا رحمت کرے۔ میں جنازے میں ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو عجیب نفسِ مطمئنہ کی مسکراہٹ ان کے چہرے پر تھی۔ تنظیم اسلامی کا یہ خاموش بطلِ جلیل جس سے شاید تنظیم کے دور دراز کے رفقاء واقف بھی نہ ہوں، آج اپنے رب کے حضور پہنچ چکا ہے۔ اپنی زندگی کے لمحات اس نے اقامت دین کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ اللہ قبول فرمائے۔ آخر میں یہ شعر رقم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مشفق لکھوں، شفیق لکھوں یا دلرُبا لکھوں میں
آتا نہیں سمجھ میں تیرا القاب کیا لکھوں میں

تنظیمی اطلاعات

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مقامی تنظیم ”میرپور“ میں افتخار احمد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پوٹھوہار کی جانب سے مقامی تنظیم میرپور میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 اگست 2015ء میں مشورہ کے بعد افتخار احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مقامی تنظیم ”گوجرخان“ میں فاروق حسین کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پوٹھوہار کی جانب سے مقامی تنظیم گوجرخان میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 اگست 2015ء میں مشورہ کے بعد فاروق حسین کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ فیصل آباد کی مقامی تناظیم ”فیصل آباد شرقی“ اور ”فیصل آباد غربی“ کی تقسیم اور تقرر امراء

امیر حلقہ فیصل آباد نے مقامی تناظیم فیصل آباد شرقی اور فیصل آباد غربی کو مزید تناظیم میں تقسیم کرنے اور ان میں مقامی امراء کے تقرر کے لیے درج ذیل تجویز ارسال کی۔

	مقامی تناظیم	مجوزہ مقامی تناظیم	مجوزہ امیر
1	فیصل آباد شرقی	1۔مدینہ ٹاؤن	ملک احسان الٰہی
		2۔پیپلز کالونی	یاسر سعید
2	فیصل آباد غربی	1۔فیصل آباد غربی	ڈاکٹر نعیم الرحمٰن
		2۔فیصل آباد جنوبی	محمد رشید عمر

مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 6 اگست 2015ء میں اس تجویز پر گفتگو اور مشورہ کے بعد امیر محترم نے مجوزہ مقامی تناظیم اور تقرر امراء کو منظور فرمایا۔

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم ”پنڈی گھیب“ میں مولانا خان بہادر کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم پنڈی گھیب میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 اگست 2015ء میں مشورہ کے بعد مولانا خان بہادر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم ”بٹ خیلہ“ میں محمد اسلم کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم بٹ خیلہ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 اگست 2015ء میں مشورہ کے بعد محمد اسلم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ فیصل آباد کی مقامی تنظیم ”فیصل آباد شمالی“ میں عبدالرؤف نذیر کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ فیصل آباد کی جانب سے مقامی تنظیم فیصل آباد شمالی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 اگست 2015ء میں مشورہ کے بعد عبدالرؤف نذیر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم ”ایبٹ آباد“ میں ذوالفقار کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم ایبٹ آباد کے امیر کی نقل مکانی کی بنا پر امیر حلقہ اسلام آباد نے ذوالفقار علی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر کرنے کی سفارش کی ہے۔امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 ستمبر 2015ء میں مشورہ کے بعد ذوالفقار کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم ”راولپنڈی کینٹ“ میں رؤف اکبر کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم راولپنڈی کینٹ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 ستمبر 2015ء میں مشورہ کے بعد رؤف اکبر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم ”النور کالونی“ میں چودھری سلطان احمد کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے مقامی تنظیم النور کالونی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 ستمبر 2015ء میں مشورہ کے بعد چودھری سلطان احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

دعائے صحت

☆ ملتان شہر کے رفیق عمر عبدالرزاق کی والدہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔

☆ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے رفیق علی اقبال کی اہلیہ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب منفرد اسرہ تونسہ شریف کے نقیب رضا محمد گجر کمر کے مہروں کی تکلیف اور لقوہ کی بیماری میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ناظم مالیات انوار احمد خان کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور شہر کے ملتزم رفیق خالد جمیل کے بھائی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

بانیٔ تنظیم اسلامی وداعی تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی چند فکر انگیز تصانیف

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص: 45روپے، اشاعت عام: 30 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اقسام شرک

قیمت اشاعت عام: 60روپے، خاص: 90روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلاب نبویؐ

مجلد: 400روپے غیر مجلد: 200روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص: 100روپے، اشاعت عام: 70روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25روپے، عام 20روپے

پاکستان کی اساس، معجزانہ قیام، عالمی غلبہ اور
پاکستان، استحکام کا واحد ذریعہ اسلامی انقلاب

استحکام پاکستان

اشاعت خاص: 150روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہ نجات

اشاعت خاص: 70روپے، مختصر ایڈیشن: 25روپے
اشاعت عام: 40 روپے

عظمت مصطفیٰ ﷺ مقصد بعثت، اسوۂ رسولؐ
رسول انقلابؐ کا طریق انقلاب، ختم نبوت

رسول اکرمؐ اور ہم

اشاعت خاص: 450روپے
اشاعت عام: 300روپے

اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100روپے، غیر مجلد 45روپے

داعی رجوع الی القرآن کا شہرۂ آفاق دورۂ ترجمۃ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات: 359، قیمت 475روپے
حصہ دوم: صفحات: 321، قیمت 425روپے
حصہ سوم: صفحات: 331، قیمت 425روپے
حصہ چہارم: صفحات: 394، قیمت 485روپے
حصہ پنجم: صفحات: 480، قیمت 575روپے
حصہ ششم: صفحات: 484، قیمت 590روپے
حصہ ہفتم: صفحات: 560، قیمت 650روپے

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت
کے بیان پر جامع تالیف

اشاعت خاص: 40روپے
اشاعت عام: 25روپے

بانیٔ تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف
کا مطالعہ کیجیے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 042-35869501-3